

خاص نمبر

عمروہ شیخ پکی اور چشم آہو

PP

PAKISTANIPOINT.COM

پاکستانی پوائنٹ

Aik Rabta Apnon Sey

بچوں کے لئے عمرو عیار کی انتہائی دلچسپ کہانی

خاص نمبر

عمرو، شیخ چلی اور چشم آہو

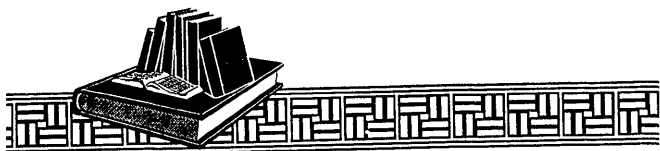
خالد نور

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان

جملہ حقوق دائمی بحق ناشران محفوظ ہیں

ناشران ----- محمد ارسلان قزوینی
----- محمد علی قزوینی
ایڈوائزر ----- محمد اشرف قزوینی
کمپوزنگ، ایڈیٹنگ محمد اسلم انصاری
طابع ----- شہکار سعیدی پرنٹنگ پریس ملتان

Price Rs 50/-



Mob 0333-6106573 0336-3644440 0336-3644441
Phone 061-4018666

ذہین دوستو!

السلام علیکم۔ نیا ناول ”عمرو، شیخ چلی اور چشم آہو“ لے کر حاضر خدمت ہوں۔ بہت سے بچوں کی فرمائش تھی کہ میں عمرو عیار اور شیخ چلی کو کسی ناول میں ایک ساتھ دکھاؤں، تو اب آپ خوش ہو جائیں کیونکہ اس ناول میں عمرو عیار اور شیخ چلی ایک ساتھ موجود ہیں۔ ناول کا نام پڑھ کر آپ یقیناً چونکے ہوں گے۔ اپنے نام کی طرح یہ ناول بھی دلچسپ اور انوکھا ہے۔ اس ناول میں عمرو عیار اور احمقوں کا بادشاہ شیخ چلی دونوں ایک دوسرے سے بے خبر ماضی کی ساکت ریاست کی بحالی کے لئے زرنگا جادوگر کے بنائے ہوئے طلسمات میں کود پڑتے ہیں۔

آپ نے بہت سے ایسے ناول پڑھے ہوں گے جن میں عمرو عیار کو طلسمات فنا کرنے ہوتے ہیں لیکن اس ناول میں طلسمات فنا نہیں کرنے بلکہ طے کرنے ہیں اور یہی اس ناول کی خاص بات ہے۔ مجھے امید ہے کہ میرے سابقہ ناولوں کی طرح یہ انوکھا، منفرد اور

نئے طلسمات پر مبنی ناول بھی آپ کو ضرور پسند آئے گا۔ آپ سے گزارش ہے کہ ناول پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں تاکہ آئندہ آپ کی آراء کو مد نظر رکھ کر نئے ناول لکھ سکوں۔ ناول پڑھنے سے پہلے ایک خط اور اس کا جواب بھی ملاحظہ کر لیں۔

مظفر گڑھ سے عدنان احمد نے خط لکھا ہے کہ مجھے شیخ چلی کا کردار بے حد پسند ہے۔ میں شیخ چلی کے ساتھ ایک تصویر بنوانا چاہتا ہوں۔ کیا آپ مجھے شیخ چلی کا پتہ بتا سکتے ہیں۔

عدنان احمد صاحب۔ خط لکھنے کا بے حد شکریہ۔ شیخ چلی پبلی والا گاؤں میں رہتا ہے۔ آپ وہاں پہنچ کر کسی سے بھی شیخ چلی کے گھر کا پتہ پوچھیں گے تو وہ آپ کو بتا دے گا۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیں

والسلام

خالد نور

عمرو عیار، سردار امیر حمزہ سے ملنے کے بعد واپس اپنے گھر کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ عمرو عیار جب بھی کسی مہم سے واپس آتا تھا تو وہ مہم کی کامیابی کے بارے میں سردار امیر حمزہ کو ضرور بتاتا تھا۔ اچانک راستے میں عمرو عیار کو ایک بوڑھا دکھائی دیا تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔

وہ بوڑھا ایک بھکاری تھا اور لوگوں سے بھیک مانگ مانگ کر گزارہ کرتا تھا۔ عمرو عیار کے چونکنے کی وجہ اس بوڑھے بھکاری کا لباس تھا۔ بوڑھے بھکاری نے نہ صرف اچھا لباس پہنا ہوا تھا بلکہ اس کے پیروں میں بھی نئے اور اچھے جوتے تھے۔ اس کے سر پر بھی نئی پگڑی تھی۔ عمرو عیار حیران تھا کہ بوڑھے

بھکاری کے پاس اتنا اچھا لباس اور جوتے کہاں سے آ گئے ہیں۔ یہی جاننے کے لئے عمرو عیار بوڑھے بھکاری کی طرف بڑھ گیا۔

”سنو“۔ عمرو عیار نے بوڑھے بھکاری کے قریب پہنچ کر اسے آواز دی تو اس نے چونک کر عمرو عیار کی طرف دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

”یہ تمہارے پاس نیا لباس اور نئے جوتے کہاں سے آ گئے ہیں۔ تم تو ایک بھکاری ہو۔ کیا تمہیں کوئی خزانہ مل گیا ہے“۔ عمرو عیار نے پوچھا۔

”ہاں۔ مجھے خزانہ مل گیا ہے مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو“۔ بوڑھے بھکاری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اسے عمرو عیار کی بات ناگوار گزری ہو۔

”خزانہ۔ تمہیں کہاں سے خزانہ مل گیا“۔ عمرو عیار نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ خزانے کا سن کر اس کی لالچی حس بیدار ہو گئی تھی۔

”کیا تم نے عمرو عیار کا نام سنا ہے“۔ بوڑھے

بھکاری نے کہا تو عمرو عیار اپنا نام سن کر چونک پڑا۔
 ”عمرو عیار۔ ہاں میں نے نام سنا ہوا ہے مگر خزانے
 کا عمرو عیار سے کیا تعلق“۔ عمرو عیار نے کہا۔

”مجھے خزانہ عمرو عیار کی بیوی نے دیا ہے۔ اللہ
 اسے خوش رکھے۔ بہت نیک خاتون ہے۔ اس نے
 مجھے اتنا خزانہ دیا ہے کہ میں ساری زندگی بیٹھ کر کھا
 سکتا ہوں اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اب
 بھیک نہیں مانگوں گا بلکہ کوئی اچھا سا کام شروع کر
 دوں گا جس سے میں عزت کی روزی روٹی کما کر اپنا
 اور اپنے بچوں کا پیٹ بھر سکوں۔

ویسے تم بھی مجھے ضرورت مند دکھائی دے رہے
 ہو۔ تم بھی عمرو عیار کے گھر چلے جاؤ ہو سکتا ہے تمہیں
 بھی خزانہ مل جائے کیونکہ عمرو عیار کی بیوی نے
 سینکڑوں غریب اور نادار لوگوں میں خزانہ تقسیم کیا
 ہے۔“ بوڑھے نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا
 تو عمرو عیار کی حیرت میں اضافہ ہو گیا اور اس کی
 آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اسے یاد تھا کہ جب
 اس کا خزانہ راکھ بننے کے بعد دوبارہ اصلی حالت میں

آیا تھا تو اس کی بیوی نے وہ تمام خزانہ لے لیا تھا۔
(یہ جاننے کے لیے خالد نور کا خاص نمبر ”عمرو اور تاج
فرعون“ پڑھیے)

اس سے پہلے کہ عمرو عیار اس سے مزید بات کرتا
بوڑھا بھکاری ایک طرف بڑھ گیا اور عمرو عیار ہونٹ
بھینچے اسے دیکھتا رہا پھر اس نے اپنا سر جھٹکا اور تیز
تیز قدم اٹھاتا اپنے گھر کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے
وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ چاند تارا اس کا خزانہ
یوں غریب و نادار لوگوں میں بانٹ دے گی۔

”چاند تارا۔ کہاں ہو تم۔“ گھر میں داخل ہوتے ہی
عمرو عیار نے چاند تارا کو آواز دی اور اپنے کمرے کی
طرف بڑھ گیا۔ جیسے ہی وہ کمرے کے دروازے پر
پہنچا تو اسی لمحے چاند تارا باہر نکل آئی اور عمرو عیار کا
سر اس کے سر سے ٹکرا گیا تو عمرو عیار کے حلق سے
ہلکی سی چیخ نکل گئی اور اس نے اپنا دایاں ہاتھ سر پر
رکھ لیا۔

”چاند تارا۔ دیکھ کر چلا کرو۔ شکر ہے میرا سر نہیں
پھٹا۔“ عمرو عیار نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”خوابہ۔ تم بھی دیکھ کر چلا کرو۔ ویسے اگر تمہارا سر پھٹا نہیں تو میں ایک اور ٹکڑ مار کر پھاڑ دیتی ہوں۔“
چاند تارا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
”یہ بتاؤ تم نے میرا سارا خزانہ لوگوں میں کیوں بانٹ دیا ہے۔“ عمرو عیار نے پوچھا تو چاند تارا چونک پڑی۔

”تمہارا خزانہ۔ کون سا خزانہ۔ میرے پاس تمہارا کون سا خزانہ تھا۔“ چاند تارا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”وہی خزانہ جو راکھ بننے کے بعد دوبارہ اصلی حالت میں آ گیا تھا۔“ عمرو عیار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”وہ خزانہ تمہارا نہیں میرا تھا اور میری مرضی کہ میں اسے بانٹوں یا گھر میں رکھوں۔ میں نے غریب و نادار لوگوں میں خزانہ بانٹ کر ثواب کا کام کیا ہے اور تم جانتے ہو کہ میں ثواب کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہوں۔“ چاند تارا نے کہا تو عمرو عیار نے ہونٹ بھیجنے لئے۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے چاند تارا

سے بحث کرنے کی کوشش کی تو وہ اس کی درگت بنانے سے بھی گریز نہیں کرے گی اس لئے اس نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔

”تم ٹھیک کہہ رہی ہو“۔ عمرو عیار نے کہا۔

”خواجہ۔ کیا خزانہ بانٹنے کا تمہیں برا لگا ہے“۔ چاند تارا نے پوچھا تو عمرو عیار گڑبڑا گیا۔

”نہیں۔ میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی“۔ عمرو

عیار نے جواب دیا۔

”خواجہ۔ تمہاری شکل بتا رہی ہے کہ تمہیں اچھا نہیں لگا۔ سچ سچ بتاؤ کیا تمہیں واقعی برا لگا ہے“۔ چاند تارا نے بغور اسے دیکھتے ہوئے کہا تو عمرو عیار کھسیانی ہنسی دیا۔

”بیگم۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ مجھے بھلا کیوں برا لگے گا۔ یہ تو نیکی کا کام ہے اور ویسے بھی خزانہ تمہارا تھا یا میرا اس سے کیا فرق پڑتا ہے“۔ عمرو عیار نے مسکراتے ہوئے کہا تو چاند تارا چند لمحے اس کا چہرہ بغور دیکھتی رہی پھر اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”خواجہ۔ اگر تمہاری زنبیل میں اور خزانہ ہے تو وہ بھی دے دو تاکہ میں مزید غریب لوگوں میں بانٹ دوں۔“ چاند تارا نے کہا تو عمرو عیار گڑبڑا گیا۔

”نن۔ نن۔ نہیں بیگم۔ اب میری زنبیل میں کچھ بھی نہیں ہے۔ جتنا خزانہ تھا وہ تم نے لے لیا تھا۔“ عمرو عیار نے گڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”خواجہ۔ تم دوسروں کے ساتھ عیاری کر سکتے ہو مگر میرے ساتھ نہیں۔ لاؤ اپنی زنبیل مجھے دو۔ میں خود اس میں دیکھوں گی۔“ چاند تارا نے اپنا دایاں ہاتھ عمرو عیار کی زنبیل کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو عمرو عیار بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

”بیگم۔ تم میری بات کا یقین کرو۔ میری زنبیل میں کوئی خزانہ نہیں ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔“ عمرو عیار نے گھگھکیائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کی زنبیل میں ہیروں کے چند ہار تھے جو اس نے مہمات سر کرنے کے بعد انعام کے طور پر حاصل کئے تھے۔

”مجھے تمہاری بات پر یقین نہیں ہے خواجہ۔ لاؤ اپنی زنبیل شرافت سے میرے حوالے کر دو ورنہ تم مجھے

جانتے ہو کہ میں تمہارا کیا حشر کروں گی۔“ چاند تارا نے اس بار تحکمانہ لہجے میں کہا تو عمرو عیار جھنجلا گیا لیکن وہ مطمئن تھا کہ اگر چاند تارا نے اس سے زنبیل لے کر الٹ دی تب بھی اس کی زنبیل سے کچھ باہر نہیں نکلے گا۔

”بب۔ بب۔ بیگم۔ مم۔ مم۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ تم یقین کرو۔“ عمرو عیار نے کہا۔

”ٹھیک ہے تم زنبیل نہ دو میں خود ہی لے لیتی ہوں۔“ چاند تارا نے کہا اور اس نے آگے بڑھ کر عمرو عیار سے زنبیل جھپٹنا چاہی تو پیچھے ہٹتے ہوئے عمرو عیار کا پاؤں چارپائی کے پائے سے ٹکرا گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور پشت کے بل فرش پر گر گیا۔ فرش پر گرنے سے اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اسی لمحے چاند تارا نے اس سے زنبیل جھپٹی اور اسے الٹا کر کے جھٹکنے لگی۔ عمرو عیار اٹھ بیٹھا اور مسکین سی صورت بنا کر چاند تارا کو دیکھنے لگا کیونکہ چاند تارا بار بار زنبیل جھٹک رہی تھی مگر زنبیل سے ہیروں کا ایک ہار تو کجا سونے کا ایک سکہ بھی نہ نکلا

تھا۔

”ارے واقعی تمہاری زنبیل خالی ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ تمہاری زنبیل میں کچھ نہ کچھ خزانہ ضرور موجود ہوتا ہے۔“ چاند تارا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس نے زنبیل کھول کر دیکھی مگر اسے زنبیل خالی دکھائی دی۔ اس نے ایک بار پھر اسے الٹا کر کے زور زور سے جھٹکنا شروع کر دیا لیکن اس بار بھی زنبیل سے کچھ نہ نکلا تو چاند تارا کے چہرے پر مایوسی کے تاثرات ابھر آئے۔

”بیگم۔ فضول میں اپنا وقت ضائع کر رہی ہو۔ میری زنبیل بالکل خالی ہے۔ جتنا بھی خزانہ تھا وہ تم نے لے لیا تھا۔“ عمرو عیار نے کہا۔

”حیرت ہے خواجہ۔ تمہاری زنبیل میں سونے کا ایک سکہ بھی نہیں ہے۔ مجھے اب بھی یقین نہیں ہے اس میں ضرور تمہاری کوئی چال ہے۔“ چاند تارا نے عمرو عیار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو عمرو عیار گڑبڑا گیا۔

”بب۔ بیگم۔ اس میں میری کیا چال ہو سکتی ہے۔ زنبیل تمہارے پاس ہے اور تم نے خود ہی اسے دیکھ لیا

ہے۔ اب زنبیل خالی ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میں نے کہا تو تھا کہ میری زنبیل خالی ہے لیکن تم میری بات کا یقین ہی نہیں کر رہی تھی۔ عمرو عیار نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”یقین اس پر کیا جاتا ہے جو سچ بولتا ہو۔ تم تو ہمیشہ مجھ سے جھوٹ بولتے رہتے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے کوئی ایسا چکر چلایا ہے کہ مجھے زنبیل خالی دکھائی دے دی ہے۔“ چاند تارا نے جواب دیتے ہوئے کہا پھر اس نے زنبیل عمرو عیار کے حوالے کر دی۔ عمرو عیار نے زنبیل کاندھے سے لٹکائی اور ایک طویل سانس لیتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

”ٹھیک ہے بیگم۔ تم جو سمجھتی ہو سمجھتی رہو میں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں۔“ عمرو عیار نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا اور مڑ کر دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

”اب کہاں جا رہے ہو خواجہ۔“ چاند تارا نے پوچھا تو عمرو عیار رک کر پلٹا۔

”سردار امیر حمزہ کے پاس جا رہا ہوں۔“ عمرو عیار نے جواب دیتے ہوئے کہا تو چاند تارا ٹھٹکی۔

”ابھی تو تم سردار امیر حمزہ سے مل کر آ رہے ہو۔
پھر کیوں جا رہے ہو۔“ چاند تارا نے حیرت بھرے
لہجے میں کہا۔

”ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے اس لئے ملنے جا
رہا ہوں۔“ عمرو عیار نے منہ بنا کر کہا۔

”واپس کب آؤ گے۔“ چاند تارا نے پوچھا۔
”تھوڑے دیر تک آ جاؤں گا۔“ عمرو عیار نے جواب
دیا۔

”ٹھیک ہے۔ جلدی آؤ۔ میں ناشتہ تیار کرواتی
ہوں۔ پھر اکٹھے ہی ناشتہ کریں گے۔“ چاند تارا نے کہا
تو عمرو عیار نے اثبات میں سر ہلایا اور مڑ کر بیرونی
دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ گھر سے نکل کر عمرو عیار
دربار حمزہ کی طرف جانے کی بجائے قریبی باغ کی
طرف بڑھ گیا۔ دراصل وہ یہ سن کر بہت دل برداشتہ
ہوا تھا کہ چاند نارا نے اس کا سارا خزانہ غریبوں میں
تقسیم کر دیا ہے۔ اب وہ محافظ ہونے کی مدد سے کوئی
بڑا خزانہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔

قریبی باغ میں پہنچ کر عمرو عیار نے ادھر ادھر دیکھا

پھر وہاں کسی کو نہ پا کر اسے تسلی ہوئی اور اس نے ایک درخت کے سائے میں بیٹھتے ہی زنبیل کے محافظ بونے کو زنبیل سے باہر آنے کا حکم دیا تو چند لمحوں کے بعد زنبیل سے محافظ بونا نکلا اور ہوا میں تیرتا ہوا عمرو عیار کے سامنے آ کر فضا میں معلق ہو گیا۔

”کیا حکم ہے آقا۔“ محافظ بونے نے عمرو عیار کو سلام کرنے کے بعد مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

”محافظ بونے۔ تم جانتے ہو کہ میری زنبیل میں خزانہ برائے نام رہ گیا ہے۔ کاش مجھے کہیں سے بہت بڑا خزانہ مل جائے۔“ عمرو عیار نے سلام کا جواب دیتے ہوئے افسردہ لہجے میں کہا۔

”آقا۔ افسردہ نہ ہوں۔“ محافظ بونے نے کہنا چاہا

مگر عمرو عیار نے اس کی بات کاٹ دی۔

”افسردہ نہ ہوں تو کیا کروں۔ میرا سارا خزانہ چاند

تارا بیگم نے لے لیا تھا اور پھر اس نے وہ سارا خزانہ غریبوں میں بانٹ دیا۔ تم مجھے بتاؤ کیا مجھے کہیں سے خزانہ مل سکتا ہے۔“ عمرو عیار نے پہلے سے بھی زیادہ افسردہ لہجے میں کہا تو محافظ بونے نے آنکھیں بند کر

لیں۔ عمرو عیار نے محافظ بونے کو آنکھیں بند کرتے دیکھا تو وہ چونک پڑا۔ وہ سمجھ گیا کہ محافظ بونا کسی خزانے کے بارے میں معلوم کر رہا ہے۔

”آقا۔ کیا آپ ماضی میں ایک مہم سر کرنے چلیں گے۔“ تھوڑی دیر کے بعد محافظ بونے نے آنکھیں کھول کر سوالیہ لہجے میں کہا تو عمرو عیار چونک پڑا۔

”ماضی میں۔ کیا مطلب۔ مجھے تفصیل بتاؤ۔“ عمرو عیار نے الجھن بھرے لہجے میں کہا۔

”آقا۔ سینکڑوں سال پہلے شمال کی طرف ایک ریاست آباد تھی جس کا نام ریاست سلجوق تھا۔ اس ریاست کی رعایا کی تعداد لگ بھگ بیس ہزار تھی۔ ریاست سلجوق کا بادشاہ ارحان بے حد رحم دل، نیک اور اپنی رعایا کا خیال رکھنے والا انسان تھا۔ اس کی رعایا اس سے بے حد خوش تھی۔

شاہ ارحان کی ایک بیٹی تھی جس کا نام شہزادی ماہ جبین تھا۔ ویسے تو شہزادی ماہ جبین بے حد خوبصورت تھی لیکن اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور ہرنی کی آنکھوں جیسی تھیں۔ ریاست کے لوگ اسے شہزادی چشم

آہو بھی کہہ کر پکارتے تھے۔ شہزادی ماہ جبین کی ماں اس وقت فوت ہو گئی تھی جب شہزادی ماہ جبین کی عمر صرف چار سال تھی۔ شاہ ارحان نے اپنی بیٹی کی خاطر دوسری شادی نہیں کی تھی۔ ایک دن ایک جادوگر جس کا نام زرنگا تھا ریاست سلجوق کے قریب سے گزرا تو اسے اس وقت بھوک لگی ہوئی تھی۔ اس نے سوچا کہ وہ ریاست سلجوق کی کسی سرائے میں کھانا کھالے۔ زرنگا جادوگر ادھیڑ عمر اور ٹھگنے قد کا تھا۔ اس کا سر گنجا تھا البتہ چہرے پر داڑھی مونچھیں تھیں۔ زرنگا جادوگر نے ایک سرائے میں جا کر کھانا کھایا اور پھر جب وہ واپس جانے لگا تو اس کی نظر شہزادی ماہ جبین پر پڑی۔

شہزادی ماہ جبین اپنی سہیلیوں کے ساتھ وہاں سے گزر رہی تھی۔ چونکہ ان دنوں کسی دشمن ریاست کے حملوں کا خطرہ نہیں ہوتا تھا اس لئے شہزادی محافظ سپاہیوں کے بغیر ریاست میں گھومتی پھرتی رہتی تھی۔ زرنگا جادوگر، شہزادی ماہ جبین کی طرف دیکھتا ہی رہ گیا۔ اسے شہزادی ماہ جبین پسند آ گئی اور اس نے اس

سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ زرنگا جادوگر نہیں چاہتا تھا کہ وہ شہزادی ماہ جبین کو اغوا کر کے اپنے جادو محل میں لے جائے اور اس سے زبردستی شادی کر لے۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے ایسا کیا تو اس کی جادوئی طاقتیں ختم ہو جائیں گی اور وہ ایک عام سا انسان بن جائے گا چنانچہ اس نے شاہ ارحان کے پاس پہنچ کر اپنی خواہش کا اظہار کیا تو شاہ ارحان غصے میں آ گئے اور انہوں نے محافظوں کو بلا کر زرنگا جادوگر کو دھکے دے کر وہاں سے نکالنے کا حکم دیا تو زرنگا جادوگر کو بھی غصہ آ گیا۔

جیسے ہی محافظ اسے پکڑنے کے لئے اس کے قریب آئے تو زرنگا جادوگر نے انہیں جادو سے ساکت کر دیا۔ پھر زرنگا جادوگر نے شہزادی ماہ جبین سے پوچھا کہ کیا وہ اس سے شادی کرے گی تو شہزادی ماہ جبین نے بھی نہ صرف انکار کر دیا بلکہ اسے وہاں سے جانے کا کہا تو زرنگا جادوگر کو اپنی توہین محسوس ہوئی اور اس نے دھمکی دی کہ وہ ریاست سلجوق کو ساکت کر دے گا اور شہزادی ماہ جبین کی آنکھیں نکال کر

لے جائے گا البتہ اگر شہزادی ماہ جبیں اس سے شادی کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو جائے گی تو ریاست اصلی حالت میں آ جائے گی اور شہزادی ماہ جبیں کی آنکھیں بھی خود بخود ٹھیک ہو جائیں گی لیکن شہزادی تب بھی اس سے شادی کے لئے نہ مانی تو زرنگا جادوگر نے جادو کے ذریعے پوری ریاست کو ساکت کر دیا اور شہزادی ماہ جبیں کی آنکھیں نکال کر لے گیا۔“ محافظ بونے نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔ عمرو عیار دلچسپی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

”اوہ۔ زرنگا جادوگر نے شہزادی ماہ جبیں کی آنکھیں کیوں نکالی تھیں اور اس نے ان آنکھوں کا کیا کیا تھا۔“ عمرو عیار نے محافظ بونے کے خاموش ہوتے ہی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”آقا۔ زرنگا نے شہزادی ماہ جبیں کی آنکھیں ایک ڈبیہ میں بند کر کے ڈبیہ ریاست کی ایک غار میں رکھ دی۔ زرنگا جادوگر نے ان آنکھوں پر ایک خاص جادوئی عمل بھی کر دیا تھا تاکہ اگر شہزادی ماہ جبیں اس سے شادی کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو جائے تو نہ صرف

شہزادی ماہ جبین کی آنکھیں اسے واپس مل جائیں بلکہ پوری ریاست کی رعایا بھی اصلی حالت میں آ جائے۔ دوسری صورت یہ بھی تھی کہ اگر کوئی غار سے آنکھیں جو کہ ایک ڈبیہ میں بند ہیں لے کر شہزادی ماہ جبین کے چہرے پر آنکھوں کی جگہ لگا دیتا تو شہزادی ماہ جبین ٹھیک ہو جاتی اور ریاست کی ساکت رعایا بھی اصلی حالت میں آ جاتی۔“ محافظ بونے نے ایک بار پھر تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”تو کیا شہزادی ماہ جبین، زرنگا جادوگر سے شادی کے لئے تیار نہیں ہوئی تھی؟ عمرو عیار نے پوچھا۔“ نہیں آقا۔“ محافظ بونے نے جواب دیا۔

”کیا شہزادی ماہ جبین کی کسی ملک کے شہزادے سے منگنی ہو چکی تھی؟ عمرو عیار نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔“

”ہاں آقا۔ شہزادی ماہ جبین کی منگنی ناپال ریاست کے شہزادے نعیم سے ہوئی تھی۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو کیا شہزادہ نعیم نے شہزادی ماہ جبین کی آنکھیں

حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔“ عمرو عیار نے کہا۔
اس کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

”شہزادہ نعیم نے کوشش تو کی تھی لیکن وہ مارا گیا تھا۔“ محافظ بونے نے کہا تو عمرو عیار حیران رہ گیا۔

”شہزادہ نعیم کیسے مارا گیا تھا۔ کیا زرنگا جادوگر نے اسے ہلاک کیا تھا۔“ عمرو عیار نے کہا۔

”آقا۔ زرنگا جادوگر کو معلوم ہو گیا تھا کہ شہزادی ماہ

جبیں کی متلنی شہزادہ نعیم کے ساتھ ہو چکی ہے اور جب شہزادہ نعیم کو ریاست سلجوق کی رعایا کے ساکت ہونے

اور شہزادی ماہ جبیں کی آنکھیں نکالنے کی اطلاع ملے گی

تو وہ لامحالہ شہزادی ماہ جبیں کی آنکھیں حاصل کرنے

کے نکل پڑے گا اس لئے زرنگا جادوگر نے چشم آہو

والی غار تک پہنچنے کے لئے پانچ طلسمات قائم کر دیئے

تھے۔ وہ انتہائی خوفناک تھے۔ شہزادہ نعیم ان طلسمات

تک تو پہنچ گیا لیکن پہلے ہی طلسم میں مارا گیا تھا۔“

محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار

کے چہرے پر افسوس کے تاثرات ابھر آئے۔

”کیا شہزادہ نعیم نے کسی سے طلسمات کے بارے

میں معلوم نہیں کیا تھا۔“ عمرو عیار نے پوچھا۔
 ”یہی تو شہزادہ نعیم کی غلطی تھی کہ اس نے کسی سے

طلسمات کے بارے میں معلوم نہیں کیا تھا۔ وہ پہلے
 طلسم میں پہنچ کر مارا گیا۔“ محافظ بونے نے کہا۔

”کیا زرنگا جادوگر ابھی تک زندہ ہے اور کیا
 طلسمات بھی موجود ہیں۔“ عمرو عیار نے کہا۔

”آقا۔ زرنگا جادوگر تو اپنی طبعی موت مر گیا تھا

البتہ اس کے قائم کئے ہوئے طلسمات بدستور موجود
 ہیں۔ ابھی بھی اگر کوئی ان طلسمات سے گزر کر چشمِ
 آہو حاصل کر کے شہزادی ماہ جبین کی آنکھوں میں لگا
 دے تو نہ صرف شہزادی ماہ جبین ٹھیک ہو جائے گی
 بلکہ ریاست سلجوق کی ساکت رعایا بھی اصلی حالت میں
 آ جائے گی۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا
 تو عمرو عیار نے ہونٹ بھیچ لئے۔

”اب تم کیا چاہتے ہو۔“ عمرو عیار نے پوچھا۔

”آقا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ مہم سر کریں۔“

مجھے یقین ہے کہ جب ریاست سلجوق کا بادشاہ، شہزادی
 ماہ جبین اور رعایا اصلی حالت میں آ جائیں گے تو وہ

نہ صرف آپ کو دعائیں دیں گے بلکہ مجھے یقین ہے کہ شاہ ارحان آپ کو بہت بڑا خزانہ بھی انعام میں دیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو اتنا بڑا خزانہ دیں کہ آپ پہلے کی طرح امیر ہو جائیں۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار سوچ میں ڈوب گیا۔

”ٹھیک ہے محافظ بونے۔ میں اس مہم پر جانے کے لئے تیار ہوں لیکن میں طلسمات کی دنیا میں کیسے داخل ہوں گا۔“ عمرو عیار نے چند لمحوں کے بعد کہا تو محافظ بونے کے چہرے پر مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”میں آپ کو وہاں پہنچا دوں گا جہاں سے پہلا طلسم شروع ہوتا ہے۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر دیر کس بات کی ہے۔ مجھے لے چلو۔“ عمرو عیار نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”آقا۔ ایک بات اور سن لیں۔“ محافظ بونے نے کہا تو عمرو عیار ٹھٹک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”کون سی بات۔“ عمرو عیار نے پوچھا۔

”آقا۔ زرنگا جادوگر نے اپنے طلسمات انوکھے بنائے ہیں۔ مطلب کہ آپ نے مختلف مہموں میں طلسمات فنا کئے ہیں لیکن زرنگا جادوگر کے بنائے ہوئے طلسمات آپ نے فنا نہیں کرنے۔“ محافظ بونے نے جواب دیا تو عمرو عیار حیران رہ گیا۔

”تو پھر کیا کرنا ہے۔“ عمرو عیار نے کہا۔

”آپ کو یہ طلسمات طے کرنے ہوں گے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ آپ نے طلسمات سے بچنا ہے اور انہیں فنا کئے بغیر آگے بڑھنا ہے۔ طلسمات میں آپ کو آگے بڑھنے سے روکنے کی کوشش کی جائے گی مگر آپ نے اپنی ذہانت سے آگے بڑھتے رہنا ہے۔ طلسمات کی حدود مقرر ہیں جیسے ہی آپ پہلے طلسم کی حد عبور کریں گے تو آپ دوسرے طلسم میں پہنچ جائیں گے۔“ محافظ بونے نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا تو عمرو عیار کی حیرت میں ایک بار پھر اضافہ ہو گیا لیکن وہ محافظ بونے کی بات سمجھ گیا تھا۔

”بڑے انوکھے طلسمات ہیں۔ خیر میں دیکھ لوں گا

یہ بتاؤ کیا ان طلسمات میں میری زنبیل کی چیزیں میرا ساتھ دیں گی؟۔ عمرو عیار نے کہا۔

”آقا۔ طلسمات کی صورتحال کے مطابق کچھ چیزیں آپ کے کام آئیں گی اور کچھ نہیں؟۔ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”ٹھیک ہے۔ لے چلو مجھے وہاں؟۔ عمرو عیار نے کہا اور پھر اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

WAQAR AZEEM
pakistanipoint.com

شیخ چلی کی بوڑھی ماں جب چوہدری نواز کی حویلی میں کام کرنے چلی گئی تو شیخ چلی چارپائی پر بیٹھ کر گہری سوچوں میں گم ہو گیا۔ اس کے چہرے پر افسردگی چھائی ہوئی تھی۔ وہ دن رات یہی سوچتا رہتا تھا کہ اسے کہیں سے کوئی خزانہ مل جائے جس سے وہ امیر ہو جائے اور پھر اس کی کسی ملک کی شہزادی سے شادی ہو جائے۔ گو شیخ چلی نے درجنوں شہزادیوں کو جادوگروں کی قید سے رہائی دلائی تھی لیکن آج تک کسی شہزادی نے اس سے شادی کرنے کی حامی نہیں بھری تھی۔ شیخ چلی کی بوڑھی ماں شیخ چلی کے کام نہ کرنے کی وجہ سے بے حد پریشان رہتی تھی اور اسے سمجھاتی رہتی تھی کہ وہ احمقانہ حرکتوں سے باز آ جائے اور کوئی

ڈھنگ کا کام کرے۔ شیخ چلی کو بھی احساس تھا کہ اس کی ماں بوڑھی ہو گئی ہے اس لئے اب اسے خود کوئی کام کر کے گھر کا بوجھ اٹھانا چاہئے لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اسے کوئی کام دینے پر تیار نہیں تھا اور اگر اسے کہیں کام ملتا بھی تھا تو یہ اپنی احمقانہ حرکتوں کی وجہ سے کوئی نہ کوئی گڑبڑ کر دیتا تھا جس کی وجہ سے اس کی خوب پٹائی ہوتی تھی۔

اس وقت بھی شیخ چلی یہی کچھ سوچنے میں مگن تھا کہ اسی لمحے بیرونی دروازہ دھڑدھڑایا جانے لگا تو شیخ چلی خیالوں کی دنیا سے باہر نکل آیا اور چونک کر بیرونی دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

”دودھ والا تو نہیں ہو سکتا پھر صبح کون ہو سکتا ہے۔“ شیخ چلی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا پھر وہ اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”کون ہے۔“ شیخ چلی نے اونچی آواز میں پوچھا۔

”ارے کبخت شیخ چلی۔ میں ہوں۔ دروازہ

کھولو۔“ باہر سے شیخ چلی کی بوڑھی ماں کی آواز سنائی دی تو شیخ چلی چونک پڑا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے

جلدی سے دروازہ کھول دیا تو باہر اس کی بوڑھی ماں موجود تھی۔

”ہٹو آگے سے“۔ شیخ چلی کی ماں نے کہا تو شیخ چلی سامنے سے ہٹ گیا اور اس کی بوڑھی ماں لاٹھی ٹیکتی ہوئی اندر داخل ہو کر صحن کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ شیخ چلی نے دروازہ بند کیا اور اپنی ماں کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ شیخ چلی اور اس کی بوڑھی ماں دونوں ہی صحن میں چارپائی پر جا کر بیٹھ گئے۔

”اماں۔ تم تو چوہدری نواز کی حویلی گئی تھی۔ پھر کیوں واپس آ گئی ہو“۔ شیخ چلی نے پوچھا۔

”شیخ چلی۔ راستے میں میری طبیعت خراب ہو گئی تھی اس لئے میں واپس آ گئی ہوں۔ مجھے پانی پلاؤ“۔ شیخ چلی کی بوڑھی ماں نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی اٹھ کر گھرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے مٹی کے گلاس میں پانی بھرا اور ماں کو دے دیا۔ شیخ چلی کی بوڑھی ماں نے پانی پینے کے بعد گلاس واپس شیخ چلی کو دیا تو اس نے گلاس گھرے کے ساتھ پڑی ایک اینٹ پر رکھ دیا۔

”اماں۔ میں حکیم صاحب کو بلا لاؤں۔“ شیخ چلی
نے پوچھا۔

”نہیں۔ میں اب ٹھیک ہوں۔“ شیخ چلی کی ماں نے
جواب دیا۔

”ٹھیک ہے اماں۔ تم لیٹو میں تمہاری ٹانگیں دباتا
ہوں۔“ شیخ چلی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو
اس کی بوڑھی ماں چارپائی پر لیٹ گئی اور شیخ چلی، ماں
کی ٹانگیں دبانے لگا۔

”شیخ چلی۔ میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور اب مجھ سے
کام بھی نہیں ہوتا۔ میں تم سے پھر کہہ رہی ہوں کوئی
کام ڈھونڈو تاکہ میرے مرنے سے پہلے پہلے تم برسر
روزگار ہو جاؤ۔“ شیخ چلی کی ماں نے اسے نصیحت
کرتے ہوئے کہا۔

”اللہ نہ کرے اماں تمہیں کچھ ہو۔ مریں تمہارے
دشمن۔“ شیخ چلی نے جلدی سے کہا۔

”دیکھو شیخ چلی۔ مرنا سب نے ہے کسی نے پہلے
مرنا ہے تو کسی نے بعد میں۔ لیکن میں چاہتی ہوں کہ
میرے مرنے سے پہلے پہلے تم کسی کام پر لگ جاؤ

تاکہ اپنا بوجھ تو اٹھا سکو۔ خیالی دنیا سے باہر نکل آؤ اس سے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔“ شیخ چلی کی ماں نے اسے ایک بار پھر نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا اماں۔ میں سوچتا ہوں کہ مجھے کیا کام کرنا چاہئے۔“ شیخ چلی نے کہا تو اس کی بوڑھی ماں نے منہ بنا لیا۔

”بس سوچتے ہی رہنا اور سوچتے سوچتے تم بوڑھے ہو جاؤ گے۔“ شیخ چلی کی ماں نے کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ شیخ چلی کوئی جواب دیتا اچانک بیرونی دروازے پر ایک بار پھر دستک کی آواز سنائی دی تو شیخ چلی اور اس کی ماں چونک پڑے۔

”میرا خیال ہے دودھ والا آیا ہے۔“ شیخ چلی نے کہا اور پھر چارپائی سے اتر کر اس نے چپل پہنی اور دیکھی اٹھا کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا تو باہر واقعی دودھ والا تھا۔ دودھ لینے کے دوران شیخ چلی گہری سوچوں میں غرق تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کام کرنا چاہئے جس سے وہ گھر کا خرچہ چلا سکے۔ اچانک اس کی نظر دودھ پر پڑی تو اس

کے ذہن میں ایک کوندا سا لپکا۔

”اوہ۔ یہ ٹھیک رہے گا۔“ شیخ چلی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا تو دودھ والا بے اختیار چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”شیخ چلی۔ تم نے مجھ سے کچھ کہا۔“ دودھ والے نے پوچھا تو شیخ چلی مسکرا دیا۔

”نہیں بھائی۔ میں نے تم سے کچھ نہیں کہا۔ دراصل میں کسی کام کے بارے میں سوچ رہا تھا تو میرے ذہن میں ایک خیال آ گیا تھا۔“ شیخ چلی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ تو تم کوئی کام کرنا چاہتے ہو۔“ دودھ والے نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ شیخ چلی پر طنز کر رہا ہو مگر احمق شیخ چلی کو کیا پتا کہ طنز کیا ہوتا ہے۔

”ہاں بھائی۔ کیا تمہاری نظر میں کوئی ہے جو مجھے کام دے۔“ شیخ چلی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”شیخ چلی۔ اگر تم میرے پاس کام کرو تو میں تمہیں معقول معاوضہ دوں گا۔“ دودھ والے نے کہا تو شیخ چلی کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

”تم مجھے کیا کام دے سکتے ہو۔“ شیخ چلی نے

پوچھا۔

”شیخ چلی۔ تمہیں میرے باڑے پر کام کرنا ہو گا۔ صبح و شام بھینسوں کو نہلانا، انہیں چارہ بنا کر دینا ہو گا۔ یہاں تک کہ دوپہر کو تمہیں انہیں چرنے کے لئے جنگل میں لے جانا ہو گا۔ پھر شام کو تمہیں چھٹی مل جایا کرے گی۔“ دودھ والے نے مسکراتے ہوئے کہا تو شیخ چلی نے منہ بنا لیا۔

”یہ بھی کوئی ڈھنگ کا کام ہے۔ نہیں مجھے نہیں کرنا یہ کام۔“ شیخ چلی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”اچھی طرح سوچ لو شیخ چلی۔ مجھے کل بتا دینا۔“

دودھ والے نے کہا اور وہاں سے چلا گیا تو شیخ چلی منہ بنائے اندر چلا گیا۔ اس نے دیکھی چوہے کے پاس رکھی اور اپنی بوڑھی ماں کے پاس بیٹھ گیا۔

”کیا بات ہے شیخ چلی۔ تم نے منہ کیوں بنایا ہوا

ہے۔“ شیخ چلی کی ماں نے پوچھا۔

”اماں۔ دودھ والا کہہ رہا تھا کہ میں اس کے پاس

کام کر لوں۔ مجھے صبح و شام بھینسوں کو نہلانا ہو گا۔ ان

کے لئے چارہ بنانا ہو گا اور دوپہر کو انہیں گھاس چرانے کے لئے جنگل میں لے جانا ہو گا۔“ شیخ چلی نے جواب دے کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تنخواہ کیا دے گا۔“ شیخ چلی کی ماں نے پوچھا۔

”تنخواہ کا تو میں نے اس سے پوچھا ہی نہیں اور نہ ہی اس نے بتایا تھا۔“ شیخ چلی نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی کی ماں نے منہ بنا لیا۔

”تم احمق کے احمق ہی رہو گے۔ کم سے کم تنخواہ کا ہی پوچھ لیتے۔“ شیخ چلی کی ماں نے کہا۔

”اماں۔ تم ناراض نہ ہو۔ دودھ والا کل آئے گا تو میں اس سے پوچھ لوں گا۔“ شیخ چلی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”دیکھو شیخ چلی۔ دودھ والا تنخواہ جتنی بھی دے تم نے یہ کام ضرور کرنا ہے۔ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے۔“ شیخ چلی کی ماں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”اماں۔ میرا دل یہ کام کرنے کو نہیں چاہ رہا۔“ شیخ چلی نے کہا تو اس کی ماں کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھر آئے۔

”کیوں۔ تم یہ کام کیوں نہیں کرنا چاہتے۔“ شیخ چلی کی ماں نے اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔

”اماں۔ بھلا یہ بھی کوئی کام ہے۔ بھینسوں کو نہلانا، چارہ بنانا اور انہیں گھاس چرانا۔ یہ کام شیخ چلی کے شایان شان نہیں ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ میری اپنی بھینس ہو اور میں اس کا دودھ دوھو کر بیچوں۔ ہو سکتا ہے اس طرح میں امیر بھی ہو جاؤں اور پھر تم میرے لئے خوبصورت سی دہن تلاش کر لاؤ۔“ شیخ چلی نے مسکراتے ہوئے کہا مگر شیخ چلی کی ماں کے چہرے پر مسکراہٹ نہ ابھری۔

”بھینس کہاں سے لاؤ گے۔“ شیخ چلی کی ماں نے پوچھا۔

”یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔“ شیخ چلی نے پریشان لہجے میں کہا۔

”بھینس خریدنے کے لئے اچھے خاصے پیسے

چاہئیں۔ میرے پاس بھی پیسے نہیں ہیں ورنہ میں تمہیں دے دیتی۔“ شیخ چلی کی ماں نے کہا۔

”آہ۔ میرے پاس خزانہ ہوتا تو میں آسانی سے ایک

بھینس خرید لیتا۔ بہر حال میں کچھ سوچتا ہوں۔“ شیخ چلی نے آہ بھرتے ہوئے کہا پھر سوچ میں غرق ہو گیا۔ سوچتے سوچتے اچانک شیخ چلی کی نظر گلو پر پڑی تو اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

”اماں۔ میرے دماغ میں ایک تجویز آئی ہے۔“ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد شیخ چلی نے اپنی بوڑھی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”وہ کیا۔“ شیخ چلی کی ماں نے چونک کر پوچھا۔
 ”اماں۔ اگر ہم گلو کو فروخت کر کے بھینس خرید لیں تو.....“ شیخ چلی نے کہا اس کی بات مکمل نہ ہوئی تھی کہ شیخ چلی کی ماں نے آنکھیں نکال کر اس کی طرف دیکھا تو شیخ چلی نے بوکھلا کر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

”شیخ چلی۔ کپڑے دھونے والا ڈنڈا اٹھا کر مجھے دو۔“ شیخ چلی کی ماں نے کہا۔

”کک۔ کک۔ کیوں اماں۔ بھینس تو ہم نے ابھی خریدی ہی نہیں اور ڈنڈا تم ابھی سے مانگ رہی ہو۔“ شیخ چلی نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

”تمہارے سر پر مارنے کے لئے۔“ شیخ چلی کی ماں

نے کہا۔

”مم۔ مم۔ میں نے کیا کیا ہے اماں۔“ شیخ چلی
نے بدستور خوف بھرے لہجے میں پوچھا۔

”کمبخت۔ تمہارے موٹے دماغ میں مگو کو فروخت
کرنے کا خیال آیا تو آیا کیسے۔ مگو بہت اچھا اور سمجھ
دار گدھا ہے اور پھر ہم اس پر سوار ہو کر تمہارے
ماموں کے گھر جاتے ہیں۔“ شیخ چلی کی ماں نے اسے
ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”تو کیا ہوا۔ ہم بھینس پر بیٹھ کر ماموں کے گھر
جایا کریں گے۔“ شیخ چلی نے خوش ہو کر کہا۔

”تم احمق ہی رہو گے شیخ چلی۔ کیا کوئی بھینس پر
بھی سواری کرتا ہے۔“ شیخ چلی کی ماں نے برا سا منہ
بناتے ہوئے کہا تو شیخ چلی جھینپ سا گیا اور اس نے
بے اختیار مگو کی طرف دیکھا تو بوکھلا کر رہ گیا کیونکہ
مگو بھی اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے
کے تاثرات ایسے تھے جیسے وہ شیخ چلی کی بوڑھی ماں
کی بات سن کر شیخ چلی کی مذاق اڑا رہا ہو۔

”تمہیں تو میں بعد میں دیکھوں گا مگو کے بچے۔“

شیخ چلی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا پھر اپنی ماں کی طرف دیکھنے لگا۔

”پھر میں کیا کروں اماں۔ میں کہاں سے بھینس لے آؤں۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”میں کچھ نہیں جانتی۔ اگر تم نے آئندہ گلو کو فروخت کرنے کی بات کی تو میں تمہاری ہڈیاں توڑ دوں گی۔ چلو اٹھو۔ میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔“ شیخ چلی کی ماں نے بدستور شیخ چلی کو ڈانٹتے ہوئے کہا تو شیخ چلی وہاں سے اٹھ کر دوسری چارپائی پر بیٹھ کر اپنی بوڑھی ماں کی طرف دیکھنے لگا جس نے کروٹ بدل کر آنکھیں موند لی تھیں۔ شیخ چلی دل ہی دل میں گلو کو کوسنے لگا جس کی وجہ سے اسے ماں سے ڈانٹ پڑ گئی تھی۔

”مجھے ایک بھینس مل جائے تو میں اپنا کام شروع کر سکتا ہوں۔ پھر اماں کو بھی چوہدری نواز کی حویلی میں کام نہیں کرنا پڑے گا۔ میں امیر ہو جاؤں گا تو پھر میری کسی خوبصورت شہزادی سے شادی بھی ہو جائے گی۔“ شیخ چلی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ کافی

دیر یہی سوچتا رہا کہ وہ بھینس کہاں سے لے آئے۔
 اچانک اس کے دماغ میں الہ دین کے چراغ کے جن
 کا خیال آیا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔
 چراغ کا جن اس کے لئے بھینس کا بندوبست کر سکتا
 تھا چنانچہ وہ اٹھا اور دبے قدموں چلتا ہوا کاٹھ کباڑ
 والے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے کے پاس
 پہنچ کر اس نے مڑ کر اپنی بوڑھی ماں کی طرف دیکھا
 اور پھر دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہو گیا۔ اس نے
 کپڑے میں لپیٹا ہوا چراغ نکال کر اپنے لباس کی
 جیب میں ڈالا اور گھر سے باہر نکل کر نہر کی طرف
 بڑھ گیا۔

نہر کے کنارے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر
 اس نے اپنے لباس کی جیب سے چراغ نکالا اور اسے
 ہتھیلی سے رگڑنے لگا۔ جیسے ہی اس نے چراغ کو رگڑا
 تو چراغ کے سرے سے ہلکا سا دھواں نکلا اور پھر
 دھواں اوپر اٹھتے ہوئے پھیلتا چلا گیا۔ اوپر جا کر
 دھویں نے ایک بڑے بادل کا روپ دھار لیا اور پھر
 دھویں کے چھٹتے ہی وہاں ایک خوفناک اور انتہائی

بھیانک جن نمودار ہو گیا۔ اس کا اوپر والا دھڑ دکھائی دے رہا تھا لیکن نچلا دھڑ غائب تھا۔ اسے دیکھ کر شیخ چلی کے چہرے پر مایوسی کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ چراغ کے جن کی جادوئی طاقتیں ابھی تک اسے واپس نہیں ملی تھیں۔

”ہو ہو ہو۔ ہاہاہا۔ کیا حکم ہے میرے آقا۔“ چراغ کے جن نے قہقہے لگاتے ہوئے شیخ چلی سے پوچھا۔
 ”چراغ کے جن۔ مجھے ایک بھینس چاہئے۔“ شیخ چلی نے جواب دیتے ہوئے کہا تو جن کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”شیخ چلی آقا۔ تمہیں بھینس کیوں چاہئے۔“ جن نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”میں نے دودھ بیچنے کا کاروبار کرنا ہے کیونکہ اب میری بوڑھی اماں کام نہیں کر سکتیں۔ آئے روز وہ بیمار رہتی ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں اماں کو گھر بٹھا کر کھلا سکوں۔“ شیخ چلی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ میں بھینس کہاں سے لے آؤں۔“

آپ کو بھینس خریدنی پڑے گی۔ جن نے کہا۔
 ”بھینس خریدنے کے لئے پیسے چاہئیں اور میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ میں نے تمہیں اسی لئے بلایا ہے کہ تم یا تو مجھے بھینس لا دو یا پھر کسی خزانے کا بندوبست کرو۔“ شیخ چلی نے کہا تو جن سوچ میں ڈوب گیا۔

”آقا۔ میں خزانے کا بندوبست نہیں کر سکتا۔“ چند لمحوں کے بعد چراغ کے جن نے کہا تو شیخ چلی کا منہ بن گیا۔

”تم سے تو کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ تم واپس چراغ میں چلے جاؤ تمہاری یہی سزا ہے کہ تم چراغ میں قید ہی رہو۔“ شیخ چلی نے منہ بنا تے ہوئے کہا۔
 ”شیخ چلی آقا۔ تم ناراض کیوں ہو رہے ہو۔“ چراغ کے جن نے کہا۔

”ناراض نہ ہوں تو کیا تمہاری منحوس شکل دیکھ کر خوش ہو جاؤں۔ تم جانتے تو ہو کہ میری اماں بوڑھی ہو چکی ہے اور اب اس سے کام نہیں ہو سکتا۔ وہ مجھے بار بار کہتی ہے کہ میں کوئی ڈھنگ کا کام کروں تاکہ

میری کسی ملک کی خوبصورت شہزادی سے شادی ہو جائے اور ہم ہنسی خوشی زندگی گزاریں۔ اب بتاؤ کیا یہ پریشانی والی بات نہیں ہے۔“ شیخ چلی نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا تو چراغ کا جن گڑ بڑا گیا۔

”شیخ چلی آقا۔ یہ تو واقعی پریشانی والی بات ہے۔ میں تمہارے لئے کچھ کرتا ہوں۔“ چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم کیا کرو گے۔ تم تھوڑا سا خزانہ بھی مجھے لا کر نہیں دے سکتے۔“ شیخ چلی نے منہ بناتے ہوئے کہا اور نہر میں بہتے ہوئے پانی کی طرف دیکھنے لگا۔ چراغ کے جن نے اس سے مزید کوئی بات نہیں کی تھی البتہ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ چند لمحوں کے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں تو اس کے چہرے پر چمک ابھری ہوئی تھی۔

”شیخ چلی آقا۔ چراغ کے جن نے اسے آواز

دی۔

”اب کیا ہے۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ میں نے تمہارے لئے ایک ریاست

کی شہزادی تلاش کر لی ہے جس سے تم شادی کر کے
امیر ہو سکتے ہو۔ چراغ کے جن نے کہا تو شیخ چلی
بے اختیار اچھل پڑا اور اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

”اوہ۔ کہاں ہے وہ شہزادی، کس ملک کی شہزادی
ہے میں اس سے کیسے مل سکتا ہوں۔“ شیخ چلی نے
جلدی جلدی کہا تو چراغ کا جن اسے وہی تفصیل
بتانے لگا جو عمرو عیار کے محافظ بونے نے اسے بتائی
تھی۔ ساری تفصیل سننے کے بعد شیخ چلی کے چہرے
پر مایوسی کے تاثرات ابھر آئے۔

”چراغ کے جن کسی اور ملک کی شہزادی کو تلاش
کرو۔ میں ایسی شہزادی سے کیسے شادی کر سکتا ہوں
جس کی آنکھیں ہی نہیں ہیں۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ میں نے تمہیں بتایا تو ہے کہ جب
تم طلسمات سر کر کے غار سے ڈبیہ میں موجود آنکھیں
نکال کر شہزادی ماہ جبین کو لگاؤ گے تو وہ ٹھیک ہو
جائے گی۔“ چراغ کے جن نے اسے سمجھانے کی کوشش
کرتے ہوئے کہا تو شیخ چلی چونک پڑا۔

”ارے تم سچ کہہ رہے ہو۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”ہاں شیخ چلی آقا۔ جب شہزادی ماہ جبیں ٹھیک ہو جائے گی تو ریاست سبھوق کے ساکت لوگ بھی خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے تو شاہ ارخان تمہاری بہادری اور جرأت سے بے حد متاثر ہوں گے اور جب وہ تم سے انعام کا پوچھیں گے تم شہزادی ماہ جبیں کا رشتہ مانگ لینا۔ اس طرح شاہ ارخان، شہزادی ماہ جبیں کی شادی تم سے کر دیں گے اور ساتھ ہی تمہیں خزانہ بھی دیں گے پھر تم اپنے ہی گاؤں پہلی والا میں ایک شاندار محل بنوا لینا۔ چراغ کے جن نے اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا تو شیخ چلی ایک بار پھر سوچ میں ڈوب گیا۔

”ٹھیک ہے چراغ کے جن۔ میں تیار ہوں مگر یہ تو بتا دو کہ کیا طلسمات میں تم میرے ساتھ موجود ہو گے۔ جب میں کسی مشکل میں پھنسوں گا تو کیا تم میری مدد کر سکو گے۔“ شیخ چلی نے حامی بھرتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں شیخ چلی آقا۔ میں تمہاری مدد کروں گا لیکن میں تمہیں ایک بات اور بتا دوں جو ابھی ابھی میرے علم میں آئی ہے۔“ چراغ کے جن نے جواب دیتے

ہوئے کہا تو شیخ چلی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”کون سی بات۔“ شیخ چلی نے پوچھا۔

”شیخ چلی آقا۔ کیا تم نے دنیا کے سب سے بڑے

عیار اور مکار انسان عمرو عیار کا نام سنا ہوا ہے۔“

چراغ کے جن نے پوچھا تو شیخ چلی سوچ میں ڈوب

گیا پھر جیسے اسے کچھ یاد آیا تو وہ اچھل پڑا۔

”ہاں۔ مجھے ایک بار اماں نے بتایا تھا کہ عمرو عیار

بصرہ میں رہتا ہے۔ وہ انتہائی لالچی انسان ہے اور اس

کی زنبیل ہر وقت خزانے سے بھری رہتی ہے۔ دنیا

کے سارے جادوگر اس سے ڈرتے ہیں۔ سنا ہے کہ

عمرو عیار کی بیوی بے حد اچھی اور نیک دل خاتون

ہے۔ وہ غریبوں کی مدد کرتی رہتی ہے۔ مجھے عمرو عیار

اور اس کی بیوی سے ملنے کا بے حد شوق ہے۔ مگر تم

نے اس کے بارے میں کیوں پوچھا ہے کیا وہ ہمارے

گاؤں پہلی والا میں آ رہا ہے۔“ شیخ چلی نے جواب

دیتے ہوئے کہا۔

”نہیں شیخ چلی آقا۔ عمرو عیار گاؤں پہلی والا میں تو

نہیں آ رہا البتہ وہ بھی شہزادی ماہ جبین کی مدد کر کے خزانہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔“ چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی کے چہرے پر مایوسی کے تاثرات ابھر آئے۔

”اگر شاہ ارحان نے سارا خزانہ عمرو عیار کو دے دیا تو مجھے تو پھر ایک دھیلا بھی نہیں ملے گا۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ تم مایوس کیوں ہو رہے ہو۔ اگر تم عمرو عیار سے پہلے طلسمات سر کر کے چشم آہو والی غار تک پہنچ کر ڈبیہ حاصل کر لو گے تو شاہ ارحان سارا خزانہ تمہیں دے دیں گے اور عمرو عیار منہ دیکھتا رہ جائے گا۔“ چراغ کے جن نے ایک بار پھر اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”ہاں شیخ چلی آقا۔ عمرو عیار ابھی اپنے ملک بصرہ میں موجود ہے میں چاہتا ہوں کہ تم اس کے پہنچنے سے پہلے ہی پہلے طلسم میں داخل ہو جاؤ اور پانچوں طلسمات تم سر کر لو۔“ چراغ کے جن نے کہا تو شیخ چلی نے

اثبات میں سر ہلا دیا۔

”میں تو پہلے طلسم میں چلا جاؤں گا اگر میرے پیچھے عمرو عیار بھی وہاں آ گیا تو کیا وہ بھی پہلے طلسم میں داخل ہو گا۔“ شیخ چلی نے پوچھا۔

”شیخ چلی آقا۔ اگر تم پہلے طلسم میں موجود ہو گے اور عمرو عیار بھی طلسمات میں داخل ہوا تو عمرو عیار پہلے طلسم میں نہیں دوسرے طلسم میں پہنچ جائے گا۔ اس طرح تم دونوں کو دو دو طلسمات سر کرنے ہوں گے۔ پانچویں طلسم کے دو حصے ہو جائیں گے۔ ایک حصہ تمہیں اور دوسرا حصہ عمرو عیار کو سر کرنا ہو گا۔ پانچویں طلسم کے دونوں حصے سر ہوتے ہی تم دونوں اکٹھے ہو جاؤ گے۔ آخر تم یا عمرو عیار اکیلا طلسمات میں جائے گا تو پھر اکیلے کو ہی سارے طلسمات سر کرنے ہوں گے۔“ چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”کیا تم عمرو عیار کو طلسمات میں داخل ہونے سے روک سکتے ہو۔“ شیخ چلی نے کہا تو چراغ کا جن گڑبڑا گیا۔

”نن۔ نن۔ نہیں شیخ چلی آقا۔ اگر میں نے عمرو عیار کو قابو کرنے کی کوشش کی تو وہ مجھے ہلاک کر دے گا۔ عمرو عیار کے مقابلے میں آج تک جتنے بھی جادوگر، دیو، جن اور چڑیلیں آئی ہیں وہ سب عمرو عیار کے ہاتھوں اپنی گردنیں تڑوا بیٹھے ہیں۔ میں عمرو عیار کے مقابلے میں نہیں آ سکتا۔ شیخ چلی آقا تم پریشان کیوں ہو رہے ہو۔ عمرو عیار، شہزادی ماہ جمیں سے شادی کرنے کی نیت سے ریاست سلجوق میں نہیں جا رہا اسے تو خزانہ چاہئے۔ وہ اپنے حصے کا خزانہ لے کر چلا جائے گا۔“ چراغ کے جن نے خوف بھرے لہجے میں کہا تو شیخ چلی نے ایک بار پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

”ٹھیک ہے چراغ کے جن۔ پھر تم مجھے وہاں پہنچا دو۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔“ شیخ چلی نے کہا تو چراغ کے جن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”شیخ چلی آقا۔ کھڑے ہو کر میرا ہاتھ پکڑ لو۔“ چراغ کے جن نے اپنا دایاں ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو شیخ چلی نے چراغ لباس کی

جیب میں رکھا اور کھڑے ہو کر اس نے چراغ کے جن کا ہاتھ تھام لیا۔

”اپنی آنکھیں بند کر لو۔“ چراغ کے جن نے کہا تو شیخ چلی نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ دوسرے ہی لمحے شیخ چلی کو ایک جھٹکا لگا اور اسے ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی ہو اور وہ خود کو خلا میں گرتا ہوا محسوس کر رہا ہو۔ اس نے بوکھلاتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جیسے ہی اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کا ہاتھ چراغ کے جن کے ہاتھ سے نکل گیا اور وہ دھڑام سے گھاس پر آگرا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی اور پھر وہ جلدی سے اٹھ کر چراغ کے جن کو کوسنے لگا۔ چراغ کا جن ہوا میں تیرتا ہوا اس کے پاس پہنچ کر فضا میں معلق ہو گیا۔

”شیخ چلی آقا۔ تم ٹھیک تو ہو۔“ چراغ کے جن نے

پوچھا۔

”کبخت جن۔ تم نے میرا ہاتھ کیوں چھوڑ دیا تھا۔“

اگر میری ہڈیاں ٹوٹ جاتیں تو کون ذمہ دار ہوتا۔“ شیخ

چلی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ یہ میری نہیں تمہاری غلطی ہے۔ تم نے اپنی آنکھیں کیوں کھولی تھیں۔ جب تم نے آنکھیں کھولیں تو تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ سے نکل گیا اور تم گر گئے۔ شکر کرو کہ تم کافی بلندی سے نہیں گرے ورنہ تمہاری ہڈیوں کا سرمہ بن جاتا۔ اٹھو اور میرا ہاتھ دوبارہ تھام لو۔ جب تک میں نہ کہوں تم اپنی آنکھیں نہ کھولنا۔ دوبارہ اپنی مرضی سے آنکھیں کھولنے سے تم اندھے بھی ہو سکتے ہو۔“ چراغ کے جن نے مسکراتے ہوئے کہا تو شیخ چلی گھبرا گیا۔

”نہیں نہیں۔ میں نے اندھا نہیں ہونا۔ ٹھیک ہے جب تک تم نہیں کہو گے میں آنکھیں نہیں کھولوں گا۔“ شیخ چلی نے جلدی سے کہا تو چراغ کے جن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”اب اٹھو تاکہ ہم چلیں۔“ چراغ کے جن نے کہا تو شیخ چلی اٹھ کر اپنے کپڑے جھاڑنے لگا۔ پھر اس نے ایک بار پھر چراغ کے جن کا ہاتھ تھام کر آنکھیں بند کر لیں تو اسے دوبارہ جھٹکا لگا اور اسے اپنے پیروں

تلے سے زمین نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے گھبرا کر دوبارہ آنکھیں کھولنا چاہئیں مگر اسی لمحے اسے چراغ کے جن کی آواز سنائی دی جو اسے آنکھیں نہ کھولنے کا کہہ رہا تھا۔ پھر شیخ چلی نے زور سے آنکھیں میچ لیں جیسے اس نے ارادہ کر لیا ہو کہ وہ اپنی آنکھیں اس وقت تک نہیں کھولے گا جب تک اسے چراغ کا جن نہیں کہے گا۔

محافظ بونے نے عمرو عیار کو آنکھیں کھولنے کا کہا تو عمرو عیار نے آنکھیں کھول دیں اور اردگرد کا جائزہ لینے لگا۔ وہ دونوں ایک جنگل میں موجود تھے جہاں درخت اوپر سے چھتریوں کی طرح آپس میں ملے ہوئے تھے۔ اردگرد گھنی اور قد آدم جھاڑیاں بھی موجود تھیں۔ جنگل میں ہو کا عالم تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے جنگل میں کوئی جانور موجود ہی نہ ہو۔

”محافظ بونے۔ اب میں کیا کروں؟“ عمرو عیار نے محافظ بونے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”آقا۔ آپ ان جھاڑیوں میں گھس جائیں۔ سات قدم چلنے کے بعد آپ پہلے طلسم میں داخل ہو جائیں گے۔“ محافظ بونے نے دائیں طرف موجود جھاڑیوں کی

طرف اشارہ کر کے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار نے چونک کر اس طرف دیکھا جدھر محافظ بونا جھاڑیوں کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

”ٹھیک ہے۔ تم واپس زنبیل میں چلے جاؤ جب مجھے تمہاری ضرورت ہوگی تو میں تمہیں دوبارہ بلا لوں گا۔“ عمرو عیار نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو محافظ بونا ہوا میں تیرتا ہوا زنبیل میں چلا گیا۔ عمرو عیار نے زنبیل سنبھالی اور دائیں طرف جھاڑیوں کی طرف بڑھنے لگا۔ جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر عمرو عیار رکا نہیں بلکہ جھاڑیوں میں گھستا چلا گیا۔ پھر جیسے ہی اس نے ساتواں قدم گھاس پر رکھا تو یکلخت اسے ایک جھٹکا لگا۔ جھٹکا لگنے سے عمرو عیار کا توازن بگڑ گیا اور وہ لڑکھڑا گیا۔ اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن دوسرے ہی لمحے اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اور وہ خود خلا میں گرتے ہوئے محسوس کرنے لگا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا پھیل گیا تھا اس لئے عمرو عیار کو کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ عمرو عیار نے خوف کے مارے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ چند

لمحوں کے بعد اس کے پاؤں زمین پر پڑے تو عمرو عیار نے بے اختیار اپنی آنکھیں کھول دیں اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

یہ ایک صحرا تھا جہاں تاحد نگاہ ریت ہی ریت پھیلی ہوئی تھی اور اس کا دوسرا کنارہ کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ یہاں تک کہ دور دور تک کوئی درخت تک موجود نہیں تھا۔ ریت کی تپش اتنی زیادہ تھی کہ عمرو عیار کو پسینہ آنے لگا اور ساتھ ہی اسے اپنے پیر جھلستے ہوئے محسوس ہوئے۔ وہ چند لمحے ارد گرد دیکھتا رہا پھر اس نے آنے بڑھنا شروع کر دیا۔ گرم لو کے تھپڑے عمرو عیار کا چہرہ جھلسا رہے تھے لیکن عمرو عیار ان تھپڑوں کو برداشت کرتے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ کافی دور آنے کے باوجود جب کوئی طلسم ظاہر نہ ہوا تو اس پر جھلاہٹ طاری ہو گئی۔

”یہ کیسا طلسم ہے۔ ابھی تک طلسم کے آثار بھی دکھائی نہیں دیئے۔ اوہ لگتا ہے مجھے پیدل اس بیابان صحرا کو عبور کرنا ہو گا یہی طلسم ہو گا۔“ عمرو عیار نے بڑبڑاتے ہوئے کہا پھر اس نے تصدیق کرنے کے

لئے زنبیل سے بولنے والی گڑیا نکال کر اس کی پیشانی پر انگوٹھا رکھ کر دبایا تو بولنے والی گڑیا میں زندگی کی لہر دوڑ گئی اور اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔
 ”کیا حکم ہے آقا۔“ بولنے والی گڑیا نے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

”بولنے والی گڑیا۔ کیا تم مجھے اس طلسم کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہو۔“ عمرو عیار نے کہا۔
 ”آپ اس طلسم کے بارے میں کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔“ بولنے والی گڑیا نے پوچھا۔

”یہی کہ یہ طلسم ظاہر کب ہو گا اور میں اسے کیسے سر کر سکتا ہوں۔“ عمرو عیار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آقا۔ طلسم تو ظاہر ہو چکا ہے۔ آپ سامنے دیکھیں۔“ بولنے والی گڑیا نے کہا تو عمرو عیار نے بے اختیار چونک کر سامنے دیکھا تو دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ کافی فاصلے پر سینکڑوں کی تعداد میں بلیاں موجود تھیں۔ سب بلیوں کی رنگت سیاہ تھی اور قد و قامت میں وہ عام بلیوں

سے خاصی بڑی اور ہیبت ناک دکھائی دے رہی تھیں۔
وہ ایسے کھڑی تھیں جیسے پتھر کی ہوں۔

”اوہ۔ کیا مجھے ان سیاہ بلیوں کا خاتمہ کرنا ہو گا۔“
عمرو عیار نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

”نہیں آقا۔ اگر آپ نے ان سیاہ بلیوں میں سے
کسی ایک بلی کا بھی خاتمہ کر دیا تو آپ یہاں سے
غائب ہو کر طلسم سے باہر چلے جائیں گے اور طلسمات
کے اصول کے مطابق آپ دوبارہ ان طلسمات میں
قدم نہیں رکھ پائیں گے۔“ بولنے والی گڑیا نے جواب
دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر جلدی سے بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا ہو گا۔
کیوں تمہید باندھ رہی ہو۔“ عمرو عیار نے اس بار
جھلاہٹ بھرے انداز میں کہا۔ اس کے چہرے پر
بیزاری کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”آقا۔ یہاں سے تھوڑی دور زمین پر سرخ رنگ
کی ایک لکیر موجود ہے۔ آپ نے ان سیاہ بلیوں سے
بچ کر وہ سرخ لکیر عبور کرنی ہے۔ ایک بار پھر بتا رہی
ہوں کہ اگر آپ نے ایک بلی بھی ہلاک کر دی تو

آپ طلسم سے باہر چلے جائیں گے۔“ بولنے والی گڑیا نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار کے چہرے پر الجھن کے تاثرات ابھر آئے۔

”عجیب طلسم ہے۔ میں ان سیاہ بلیوں سے کیسے بچ کر سرخ لکیر تک پہنچوں گا۔ یہ سیاہ بلیاں تو مجھے چیر پھاڑ دیں گی۔ بولنے والی گڑیا مجھے بتاؤ میں ان سیاہ بلیوں سے کیسے بچ کر سرخ لکیر تک پہنچ سکتا ہوں۔“ عمرو عیار نے کہا۔

”آقا۔ یہ سوچنا آپ کا کام ہے۔ مجھے مزید کچھ بتانے کی اجازت نہیں ہے۔“ بولنے والی گڑیا نے جواب دیا تو عمرو عیار نے گھور کر اسے دیکھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ بولنے والی گڑیا سے مزید سوال کرنا فضول ہے اس لئے اس نے بولنے والی گڑیا کی پیشانی پر انگوٹھا رکھ کر دبایا تو اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور وہ ساکت ہو گئی۔ عمرو عیار نے اسے زنبیل میں رکھا اور سیاہ بلیوں کی طرف دیکھنے لگا جو للچائی ہوئی نظروں سے عمرو عیار کی طرف دیکھ رہی تھیں لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ ابھی تک کسی بھی بلی نے اس پر حملہ

نہیں کیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا تدبیر اختیار کرے کہ وہ سیاہ بلیوں سے بچ کر سرخ لکیر تک پہنچ جائے۔ کافی دیر تک سوچنے کے بعد اس کے ذہن میں کوئی ترکیب نہ آئی تو اس پر جھلاہٹ طاری ہو گئی۔ اسے محافظ بونے کا خیال آیا تو اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے محافظ بونا اسے کوئی مشورہ دے دے چنانچہ اس نے محافظ بونے کو آواز دی تو وہ زنبیل سے نکلا اور ہوا میں تیرتا ہوا اس کے سامنے آ کر فضا میں معلق ہو گیا۔

”کیا حکم ہے آقا“۔ محافظ بونے نے سلام کرنے کے بعد مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

”محافظ بونے۔ مجھے کوئی ایسی ترکیب بتاؤ کہ مجھے سیاہ بلیاں کچھ نہ کہیں اور میں ان کے درمیان سے گزر جاؤں“۔ عمرو عیار نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آقا۔ میں معذرت چاہتا ہوں کہ مجھے یہ بتانے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ اپنی ذہانت کا استعمال کریں تو آپ کو حل مل جائے گا“۔ محافظ بونے نے

کہا تو عمرو عیار نے ہونٹ بھیج لئے۔
 ”کیا تم کوئی اشارہ بھی نہیں دے سکتے“۔ عمرو عیار
 نے پوچھا۔

”نہیں آقا۔ یہ بہت آسان سا طلسم ہے صرف
 آپ کو ذہانت سے سوچنے کی ضرورت ہے۔“ محافظ
 بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار ہونٹ
 بھیج کر سیاہ بلیوں کی طرف دیکھنے لگا۔

”ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔“ عمرو عیار نے کہا تو محافظ
 بونا ہوا میں تیرتا ہوا واپس زنبیل میں چلا گیا۔ عمرو عیار
 آگے بڑھتے ہوئے کوئی ترکیب سوچنے ہی لگا تھا کہ
 اچانک وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ سیاہ بلیوں کے
 حلق سے غراہٹیں نکلنے لگی تھیں۔ عمرو عیار سمجھا کہ سیاہ
 بلیاں اس پر حملہ کرنے کے لئے پر تول رہی ہیں اس
 لئے اس کے اوسان خطا ہو گئے اور اس نے غیر
 ارادی طور پر الٹے قدموں پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔
 دوسرے ہی لمحے عمرو عیار نے پلٹ کر دوڑ لگا دی اور
 تھوڑی دور آنے کے بعد دوڑتے دوڑتے اس نے
 پلٹ کر دیکھا تو اس کے قدم یکدم رک گئے۔ سیاہ

بلیاں اپنی جگہ پر ساکت ہو گئی تھیں اور انہوں نے غرانا بھی بند کر دیا تھا۔

”ارے یہ کیا۔ سیاہ بلیوں نے مجھ پر حملہ کیوں نہیں کیا۔“ عمرو عیار نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”آقا۔ یہ سیاہ بلیاں آپ پر اس وقت حملہ کریں گی جب آپ ان کی طرف بڑھنے کی کوشش کریں گے۔“ اسی لمحے محافظ بونے نے زنبیل کے کونے سے سر نکال کر عمرو عیار کو جواب دیا تو عمرو عیار نے بے اختیار چونک کر محافظ بونے کی طرف دیکھا لیکن محافظ بونا یہ بتانے کے بعد واپس زنبیل میں چلا گیا تھا۔

”اچھا تو یہ بات ہے۔ میں بھی کہوں کہ آخر سیاہ بلیوں نے مجھ پر حملہ کیوں نہیں کیا۔“ عمرو عیار نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے سیاہ بلیوں کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ جیسے ہی عمرو عیار، سیاہ بلیوں کے قریب پہنچا تو انہوں نے نہ صرف زور زور سے غرانا شروع کر دیا بلکہ وہ آہستہ آہستہ عمرو عیار کی طرف بڑھنے لگیں۔ عمرو عیار بوکھلا کر اٹے قدموں کافی پیچھے ہٹ گیا تو سیاہ بلیاں بھی رک گئیں البتہ وہ

خونخوار نظروں سے عمرو عیار کو گھور رہی تھیں جیسے کہہ رہی ہوں کہ ایک بار تو ہمارے قریب آ جاؤ پھر ہم تمہارا بہت برا حشر کریں گی۔

”اگر تم سب کو ہلاک کرنا ہوتا تو میں ایک لمحے کی بھی دیر نہ لگاتا۔ شکر کرو کہ میں تمہیں ہلاک نہیں کر سکتا۔“ عمرو عیار نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر سوچ میں ڈوب گیا۔

سوچتے سوچتے اچانک عمرو عیار کے ذہن میں ایک خیال آیا تو اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔ اس نے زنبیل کھول کر ”چل میری زنبیل میں“ کہا لیکن دوسرے ہی لمحے عمرو عیار کی حیرت سے آنکھیں پھٹنے لگیں کیونکہ یہ الفاظ کہنے کے باوجود سیاہ بلیاں اس کی زنبیل میں نہیں گئی تھیں۔ عمرو عیار کے دماغ میں یہی خیال آیا تھا کہ اگر وہ ساری بلیوں کو زنبیل میں قید کر کے آگے بڑھ جائے تو وہ پہلا طلسم عبور کر سکتا ہے لیکن سیاہ بلیوں کے اس کی زنبیل میں نہ جانے سے اس کی پریشانی میں اضافہ ہو گیا تھا۔

”اوہ۔ یہ تو میری زنبیل میں نہیں گئیں۔ ایسا کیسے

ہو سکتا ہے۔“ عمرو عیار نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اس نے ایک بار پھر ”چل میری زنبیل میں“ کہا لیکن سیاہ بلیاں اس بار بھی اس کی زنبیل میں نہ گئیں۔ عمرو عیار کی زندگی میں آج تک ایسا واقعہ نہیں ہوا تھا کہ عمرو عیار نے کسی چیز کو اپنی زنبیل میں بھیجنے کا کہا ہو اور وہ نہ گئی ہو لیکن آج اپنی زنبیل میں سیاہ بلیوں کے نہ جانے سے عمرو عیار سمجھ گیا کہ اس طلسم میں اس کی زنبیل کام نہیں کر رہی تھی۔

”اوہ۔ اب میں کیا کروں۔ یہی ایک حل تھا اور یہ بھی کامیاب نہیں ہوا۔“ عمرو عیار نے الجھے ہوئے کہا اور پھر سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اچانک اسے سلیمانی چادر کا خیال آیا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

”اب دیکھتا ہوں یہ سیاہ بلیاں مجھ پر کیسے حملہ کرتی ہیں۔“ عمرو عیار نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور زنبیل سے سلیمانی چادر نکال کر خود پر اوڑھ لی۔ پھر وہ اٹڑے ہوئے انداز میں سیاہ بلیوں کی طرف بڑھ گیا۔ عمرو عیار کا خیال تھا کہ سلیمانی چادر اوڑھنے کی وجہ

سے وہ سیاہ بلیوں کی نظروں سے غائب ہو چکا ہو گا مگر جیسے ہی عمرو عیار نے چند قدم کا فاصلہ طے کیا تو سیاہ بلیاں غراتی ہوئیں اس کی طرف لپکیں۔ سیاہ بلیوں کو اپنی طرف لپکتے دیکھ کر عمرو عیار کی تو جیسے جان ہی نکل گئی۔ اس نے پلٹ کر دوڑ لگا دی اور اس جگہ پہنچ کر رک گیا جہاں چند لمحے پہلے موجود تھا۔ اس نے دیکھا کہ سیاہ بلیاں رک گئی تھیں۔ عمرو عیار کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس کے سارے کس بل نکل گئے تھے۔ وہ یہ سوچ کر ہلکان ہو رہا تھا کہ سلیمانی چادر اوڑھنے کے باوجود سیاہ بلیوں کو وہ کیسے دکھائی دے رہا تھا۔ سیاہ بلیوں کے رک جانے کی وجہ عمرو عیار کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ وہ ایک مخصوص جگہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی تھیں۔

”آقا۔ نئی زندگی مبارک ہو۔“ اسی لمحے عمرو عیار کو محافظ بونے کی آواز سنائی دی تو عمرو عیار نے بے اختیار چونک کر اس کی طرف دیکھا جو زنبیل سے سر نکالے ہوئے تھا۔

”کیا مطلب؟“ عمرو عیار نے کہا۔

”آقا۔ اگر آپ سیاہ بلیوں کی گرفت میں آ جاتے تو انہوں نے آپ کی تکہ بوٹی کر کے خوب دعوت اڑانی تھی۔ یہ تو آپ کی قسمت اچھی ہے کہ آپ بروقت واپس بھاگ کر ان کی گرفت میں آنے سے بچ گئے ہیں اس لئے میں آپ کو نئی زندگی کی مبارک باد دے رہا ہوں۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار نے خوف بھری نظروں سے سیاہ بلیوں کی طرف دیکھا جو بدستور اسے ہی گھور رہی تھیں۔

”محافظ بونے۔ تم ہی بتاؤ میں انہیں فنا کئے بغیر کیسے آگے بڑھوں۔“ عمرو عیار نے کہا۔

”آقا۔ اگر مجھے بتانے کی اجازت ہوتی تو میں آپ کو بتا دیتا لیکن یہ بتا دیتا ہوں کہ طلسم کا وقت ختم ہونے والا ہے۔ اگر آپ نے مقررہ وقت تک طلسم کو سر نہ کیا تو یہ طلسم آپ کو باہر پھینک دے گا اور طلسم کے اصول کے مطابق آپ دوبارہ طلسم میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار نے ہونٹ بھینج لئے۔ اتنا کہہ کر محافظ بونا واپس زنبیل میں چلا گیا۔

”سیاہ بلیو۔ بتاؤ میں تمہارے درمیان سے کیسے گزر کر طلسم سر کروں۔“ عمرو عیار نے چیخ کر سیاہ بلیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا لیکن سیاہ بلیاں ایسے کھڑی تھیں جیسے وہ پتھر کی بت بن چکی ہوں۔ عمرو عیار چند لمحے ان کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھتا رہا پھر اس نے سلیمانی چادر اتار کر زنبیل میں رکھ دی اور ایک بار پھر کوئی ترکیب سوچنے لگا۔ عمرو عیار کو محسوس ہوا تھا کہ طلسم میں ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا اور یہ طلسم کے وقت کے ختم ہونے کی نشانی تھی۔ اگر اندھیرا گہرا ہو گیا تو طلسم کا وقت ختم ہو جائے گا۔ عمرو عیار کو محافظ بونے کی بات یاد تھی کہ اگر وہ طلسم کے وقت تک طلسم سر نہ کر سکا تو یہ طلسم اسے اٹھا کر باہر پھینک دے گا اور پھر وہ دوبارہ اس طلسم میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

”مجھے محافظ بونے کی بات نہیں ماننی چاہئے تھی۔ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں ماضی کی کسی ریاست میں جاؤں۔ بہتر ہے مجھے واپس چلے جانا چاہئے۔ میں کسی جادوگر سے ہی خزانہ حاصل کر لوں گا۔“ عمرو عیار

نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”آقا۔ کیا آپ طلسم چھوڑ کر واپس جانا چاہتے ہیں؟“ اچانک اسے محافظ بونے کی آواز سنائی دی تو عمرو عیار نے چونک کر زنبیل کی طرف دیکھا جس کے کونے میں محافظ بونا موجود تھا۔

”ہاں محافظ، بونے۔ میں نے واپس جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“ عمرو عیار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آقا۔ ذرا سوچیں جب دنیا کے جادوگروں کو معلوم ہو گا کہ آپ طلسمات سے ڈر کر واپس آ گئے ہیں تو کیا وہ آپ کو بزدل نہیں کہیں گے۔ آپ تو کافی ذہین ہیں۔ آپ نے بڑے پیچیدہ اور مشکل طلسمات فنا کئے ہیں۔ اگر آپ ذہن پر تھوڑا سا زور دیتے تو آپ کو یاد آ جاتا کہ آپ کی زنبیل میں سرخ مٹی بھی موجود ہے۔ آپ اس سے بھی کام لے کر طلسم سر کر سکتے ہیں۔“ محافظ بونے نے اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا تو عمرو عیار بے اختیار اچھل پڑا۔ اسے واقعی سرخ مٹی کا خیال نہیں آیا تھا۔ محافظ بونا یہ کہہ کر واپس زنبیل میں چلا گیا تھا۔

”ارے واہ محافظ بونے۔ اگر تم پہلے ہی یہ بتا دیتے تو میں اب تک یہ طلسم سر کر چکا ہوتا۔“ عمرو عیار نے خوشی سے قلقاریاں مارتے ہوئے کہا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے زنبیل سے ایک پڑیا نکال لی۔ اس پڑیا میں سرخ رنگ کی مٹی تھی۔ یہ مٹی سے بھری پڑیا عمرو عیار کو ایک نیک دل بزرگ نے دی تھی اور اس کی یہ خاصیت بتائی تھی کہ اگر سرخ مٹی کسی انسان یا جانور پر پھینکی جائے تو وہ اس کی خوشبو سے تھوڑی دیر کے لئے اندھا ہو جاتا ہے۔

”اب دیکھتا ہوں سیاہ بلیو۔ تم مجھے کیسے دیکھ سکتی ہو۔“ عمرو عیار نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے پڑیا کھول کر ایک چٹکی سرخ مٹی بھری اور پڑیا زنبیل میں رکھ کر سیاہ بلیوں کی طرف بڑھ گیا۔ جیسے ہی وہ ان کے قریب پہنچا سیاہ بلیوں نے غرانا شروع کر دیا لیکن پھر اس سے پہلے کہ سیاہ بلیاں عمرو عیار پر حملہ کرتیں عمرو عیار نے چٹکی میں موجود سرخ مٹی ان کی طرف اچھال دی۔ مٹی نے ایک بادل کا روپ دھار کر سب سیاہ بلیوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ عمرو عیار کو

سیاہ بلیوں کے سروں پر سرخ رنگ کی چادر واضح طور پر دکھائی دے رہی تھی۔ اب سیاہ بلیوں میں کھلبلی مچ گئی اور وہ ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں۔ چند لمحوں کے بعد ساری سیاہ بلیاں ریت پر بیٹھ کر اگلے پنجوں سے آنکھیں ملنے لگیں۔ عمرو عیار سمجھ گیا کہ ساری سیاہ بلیاں اندھی ہو چکی ہیں اس لئے کچھ دکھائی نہ دینے پر آنکھیں مل رہی ہیں۔ عمرو عیار کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ ابھر آئی۔ پھر وہ گردن اکڑائے آگے بڑھنے لگا۔ گو سیاہ بلیاں اندھی ہو چکی تھیں مگر ان کی ہیبت عمرو عیار کے ذل میں بیٹھ چکی تھی اس لئے اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی لیکن یہ دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ بلیوں نے اس پر حملہ نہ کیا تھا چنانچہ عمرو عیار ان کے درمیان سے نکلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ جیسے ہی عمرو عیار، سیاہ بلیوں سے دور ہوا تو اس نے آگے کی طرف دوڑ لگا دی۔ تھوڑی ہی دور اسے سرخ رنگ کی ایک لکیر دکھائی دی تو عمرو عیار کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔ ابھی وہ راستے میں ہی تھا کہ اچانک اسے سیاہ بلیوں کی غراہٹیں سنائی دیں۔ عمرو

عیار نے دوڑتے دوڑتے پلٹ کر دیکھا تو اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ سیاہ بلیاں بجلی کی سی تیزی سے دوڑتی ہوئیں اسی کی طرف آ رہی تھیں۔

”اوہ۔ لگتا ہے سیاہ بلیوں پر سے سرخ مٹی کا اثر ختم ہو گیا ہے۔“ عمرو عیار نے پریشان لہجے میں کہا۔ سیاہ بلیاں لمحہ بہ لمحہ اس کے قریب آتی جا رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر عمرو عیار نے سرخ لکیر کی طرف دوڑ لگا دی۔ عمرو عیار اتنی تیزی سے دوڑ رہا تھا جیسے اس کے پیروں میں بجلی بھر دی گئی ہو۔ وہ جیسے ہی سرخ لکیر کے قریب پہنچا تو چند بلیوں نے اس پر چھلانگیں لگا دیں لیکن اس سے پہلے کہ سیاہ بلیاں اس پر جھپٹیں عمرو عیار سرخ لکیر عبور کر گیا۔ جیسے ہی اس نے سرخ لکیر عبور کی تو وہ دھڑام سے ریت پر جا گرا۔ اسی لمحے ایک زور دار کڑا کا ہوا اور وہاں اندھیرا چھا گیا۔

”آہ۔ عمرو عیار نے پہلا طلسم سر کر لیا ہے۔ اس طلسم کو سر کرنے کا یہی طریقہ تھا کہ سیاہ بلیوں سے بچ کر سرخ لکیر عبور کی جائے۔“ اسی لمحے عمرو عیار کو ایک انسانی آواز سنائی دی پھر خاموشی چھا گئی۔

شیخ چلی کے پاؤں زمین سے لگ گئے تھے لیکن شیخ چلی نے آنکھیں نہ کھولیں۔ وہ انتظار کر رہا تھا کہ چراغ کا جن اسے آنکھیں کھولنے کے لئے کہے لیکن کئی لمحے گزر گئے مگر چراغ کے جن کی آواز اسے سنائی نہ دی تو وہ پریشان ہو گیا۔

”چراغ کے جن۔ کیا میں اپنی آنکھیں کھول دوں۔“

شیخ چلی نے چراغ کے جن سے مخاطب ہو کر کہا لیکن چراغ کے جن نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو شیخ چلی کی پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس نے آنکھیں بند کئے ادھر ادھر ہاتھ مارے کہ شاید چراغ کا جن وہیں موجود ہو لیکن اس کے ہاتھ ہوا میں لہرا کر رہ گئے۔

”چراغ کے جن۔ تم کہاں چلے گئے ہو۔ میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہے۔ کیا تم بہرے ہو گئے ہو۔ چراغ کے جن۔ کیا میری آواز تمہیں سنائی دے رہی ہے۔“ شیخ چلی نے اس بار اونچی آواز میں چراغ کے جن کو پکارتے ہوئے کہا لیکن اس بار بھی اسے چراغ کے جن نے کوئی جواب نہ دیا۔

”چراغ کے جن۔ میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔ تم جواب کیوں نہیں دے رہے۔“ شیخ چلی نے ایک بار پھر اونچی آواز میں کہا مگر اس بار بھی اسے چراغ کے جن نے کوئی جواب نہ دیا تو شیخ چلی کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے اپنی آنکھیں کھولنا چاہیں لیکن پھر اس نے ارادہ ترک کر دیا اور اپنی آنکھیں سختی سے میچ لیں کیونکہ اسے چراغ کے جن کی بات یاد آ گئی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ اگر اس نے اپنی مرضی سے آنکھیں کھولیں تو وہ اندھا بھی ہو سکتا ہے اور شیخ چلی نہیں چاہتا تھا کہ وہ اندھا ہو۔

”چراغ کے جن۔ تم کہاں ہو۔ میں اپنی آنکھیں کھول رہا ہوں۔“ شیخ چلی نے ایک بار پھر کہا۔

”ہاں شیخ چلی آقا۔ تم اپنی آنکھیں کھول دو۔“ اسی لمحے چراغ کے جن کی آواز سنائی دی تو شیخ چلی نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں اور چراغ کے جن کو اپنے سامنے پا کر اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھر آئے۔

”چراغ کے جن۔ تم مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے۔“ شیخ چلی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں عمرو عیار کو دیکھنے گیا تھا شیخ چلی آقا۔“ چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی بے اختیار اچھل پڑا۔

”عمرو عیار کو۔ کیا عمرو عیار یہاں پہنچ گیا ہے۔“ شیخ چلی نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”ہاں شیخ چلی آقا۔ جب میں تمہیں لے کر یہاں پہنچا تو مجھے عمرو عیار دکھائی دیا۔ اس لئے میں تمہیں چھوڑ کر عمرو عیار کو دیکھنے چلا گیا کہ وہ کہاں جا رہا ہے اس لئے مجھے واپس آنے میں تھوڑی دیر ہو گئی۔“ چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر عمرو عیار کہاں گیا ہے۔“ شیخ چلی نے معصومیت

سے پوچھا۔

”شیخ چلی آقا۔ عمرو عیار زرنگا جادوگر کے پہلے طلسم میں چلا گیا ہے۔“ چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی اچھل پڑا۔

”اوہ۔ عمرو عیار پہلے طلسم میں چلا گیا ہے۔ اب میں پہلے طلسم میں کیسے جاؤں گا۔“ شیخ چلی نے پریشان لہجے میں پوچھا تو چراغ کا جن مسکرا دیا۔

”شیخ چلی آقا۔ تمہیں بھولنے کی بہت بری عادت ہے۔“ چراغ کے جن نے کہا اور پھر اسے دوبارہ طلسمات کے بارے میں تفصیل بتانے لگا جو اس نے گاؤں سے روانہ ہونے سے پہلے بتائی تھی۔ تفصیل سننے کے بعد شیخ چلی کھسیانے انداز میں ہنس پڑا۔

”میں واقعی بھول گیا تھا۔ مجھے خزانہ مل جائے تو میں باداموں کی بوری خرید کر روزانہ سات بادام کھایا کروں گا تاکہ میری یادداشت تیز ہو جائے۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ مجھے بھی بادام ضرور کھلانا۔ میرا بھی دماغ کمزور ہوتا جا رہا ہے۔“ چراغ کے جن نے کہا تو

شیخ چلی گھور کر اسے دیکھنے لگا۔

”تمہارا دماغ کیسے کمزور ہو گیا ہے۔ تمہاری یادداشت تو بہت اچھی ہے۔ اب تم باتیں ہی کرتے رہو گے یا مجھے طلسمات کی دنیا میں داخل ہونے والی جگہ پر بھی لے جاؤ گے۔“ شیخ چلی نے منہ بناتے ہوئے کہا تو چراغ کا جن مسکرا دیا۔

”میرے پیچھے پیچھے چلتے آؤ شیخ چلی آقا۔“ چراغ کے جن نے کہا اور مڑ کر ہوا میں تیرتا ہوا ایک طرف بڑھنے لگا تو شیخ چلی اس کے پیچھے چل دیا۔ وہ دونوں ایک جنگل میں موجود تھے جہاں درختوں اور قد آدم جھاڑیوں کی بہتات تھی۔ شیخ چلی نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں موجود ہے اور نہ ہی اس نے چراغ کے جن سے پوچھا تھا۔ چراغ کا جن اسے لے کر گھنی جھاڑیوں کے پاس پہنچ گیا۔

”شیخ چلی آقا۔ ان جھاڑیوں میں تم سات قدم چلو گے تو تم زرنگا جادوگر کے دوسرے طلسم میں پہنچ جاؤ گے۔“ چراغ کے جن نے جھاڑیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو شیخ چلی نے اثبات میں سر ہلاتے

ہوئے جھاڑیوں کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر اس نے مڑ کر دیکھا تو چراغ کا جن وہیں کھڑا تھا۔ شیخ چلی کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”ارے تم وہاں کیوں کھڑے ہو۔ آؤ نا میرے ساتھ“۔ شیخ چلی نے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ میں طلسمات میں نہیں جا سکتا۔“۔ چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی بے اختیار اچھل پڑا۔

”کیا کہہ رہے ہو چراغ کے جن۔ تم نے تو کہا تھا کہ تم طلسمات میں میری مدد کرو گے۔ اب تم میرے ساتھ کیوں نہیں جا رہے۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ تم مجھے چراغ میں بھیجو گے تو میں تمہارے ساتھ جا سکوں گا۔“ چراغ کے جن نے مسکراتے ہوئے کہا تو شیخ چلی کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

”تو یوں کہو نا احق۔ میں تو پریشان ہی ہو گیا تھا۔“ شیخ چلی نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا پھر اس

نے اپنے لباس کی جیب سے الہ دین کا چراغ نکال کر چراغ کے جن کو اس میں جانے کا کہا تو یکنخت جن کے گرد دھواں سا پھیل گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے دھواں چراغ میں چلا گیا۔ شیخ چلی نے چراغ اپنے لباس کی جیب میں رکھا اور جھاڑیوں میں گھس گیا۔ جیسے ہی اس نے ساتواں قدم جھاڑیوں پر رکھا تو یکنخت اسے ایک جھٹکا لگا اور اسے ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہو اور وہ گہرائی میں گر رہا ہو۔ اس کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں اور وہ خود کو بچانے کے لئے ہاتھ پیر مارنے لگا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا اس لئے اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ پھر وہ ایک جھٹکے سے زمین پر گرا تو اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ دوسرے ہی لمحے شیخ چلی تیزی سے اٹھ بیٹھا۔ اب روشنی ہو چکی تھی اس لئے وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ ایک میدانی علاقے میں موجود تھا جہاں چاروں طرف بلند و بالا پہاڑ پھیلے ہوئے تھے۔ پھر اس کی نظر سامنے پڑی تو وہ چونک پڑا۔

سامنے راستہ ایک پہاڑ کی بلندی پر ختم ہو رہا تھا۔ شیخ چلی سوچنے لگا کہ یہ کیسا طلسم ہے اور اسے کیسے سر کرنا ہو گا۔ چند لمحوں سوچنے کے بعد وہ اٹھا اور چڑھائی چڑھنے لگا۔ اونچائی پر چڑھ کر جب وہ پہاڑ کے اوپر پہنچا تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ دوسری طرف اسے ایک گہری کھائی دکھائی دی اور کھائی کی دوسری طرف بھی پہاڑ موجود تھا۔ کھائی میں جھانکتے ہوئے شیخ چلی کو چکر سا آیا اور وہ لہرا کر کھائی میں گرنے ہی لگا تھا کہ اس نے خود کو سنبھال لیا اور پہاڑ پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ کھڑا ہوا اور پہاڑ سے نیچے اترنے لگا۔ نیچے اتر کر وہ دائیں طرف بڑھا تو اس طرف بھی کھائی تھی اس لئے شیخ چلی رک گیا۔

”یہ کیسا طلسم ہے مجھے چراغ کے جن سے معلوم کرنا چاہئے۔“ شیخ چلی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا پھر اس نے اپنے لباس کی جیب سے الہ دین کا چراغ نکالا اور اسے ہتھیلی اسے رگڑنے لگا۔ چند لمحوں تک چراغ کو رگڑنے کے باوجود جن نمودار نہ ہوا تو شیخ چلی پریشان ہو گیا۔

”ارے چراغ سے جن باہر کیوں نہیں نکلا۔ شاید میں نے چراغ کو ٹھیک طرح سے رگڑا نہیں ہے۔ میں اسے دوبارہ رگڑتا ہوں۔“ شیخ چلی نے پریشانی کے عالم میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس نے دوبارہ چراغ کو ہتھیلی پر رگڑنا شروع کر دیا مگر اس بار بھی جن نمودار نہ ہوا تو شیخ چلی اچھل پڑا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چراغ کو دیکھنے لگا۔

”یہ جن باہر کیوں نہیں آ رہا۔ اوہ کہیں جن جنگل میں تو نہیں رہ گیا۔“ شیخ چلی نے پریشان لہجے میں کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ میں چراغ میں موجود ہوں۔“ اسی لمحے شیخ چلی کو جن کی آواز سنائی دی تو وہ بے اختیار اچھل پڑا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چراغ کو دیکھنے لگا۔ ”چراغ کے جن۔ تم چراغ میں چھپے کیا کر رہے ہو۔ جب میں نے چراغ کو رگڑا تھا تو تمہیں چراغ سے باہر نکل آنا چاہئے تھا۔ تم باہر کیوں نہیں آئے۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ میں چراغ سے باہر نہیں آ سکتا۔“

چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی حیران رہ گیا۔

”کیوں۔ تم چراغ سے باہر کیوں نہیں آ سکتے۔“ شیخ چلی نے پوچھا۔

”شیخ چلی آقا۔ مجھے کسی بھی طلسم میں چراغ سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر میں چراغ سے باہر آیا تو میں جل کر بھسم ہو جاؤں گا۔“ چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی نے منہ بنا لیا۔

”ٹھیک ہے تم چراغ سے باہر نہ آؤ مگر یہ تو بتا دو کہ میں یہ طلسم کیسے سر کروں۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ تمہیں اونچائی کی طرف پہاڑ دکھائی دے رہا ہے۔“ چراغ کے جن نے پوچھا تو شیخ چلی نے بے اختیار اونچائی کی طرف دیکھا جدھر شیخ چلی کو دوسری طرف گہری کھائی دکھائی دی تھی۔

”ہاں۔ میں وہاں سے ہی آیا ہوں۔“ شیخ چلی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہیں وہ کھائی عبور کر کے دوسری طرف پہاڑ پر پہنچنا ہے۔“ چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا

تو شیخ چلی بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ میں وہ کھائی کیسے عبور کر سکتا ہوں۔ دوسرا پہاڑ بھی کافی دور ہے۔ اگر میں نے چھلانگ لگا کر کھائی کو عبور کرنے کی کوشش کی تو میں کھائی میں گر جاؤں گا۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ یہ سوچنا تمہارا کام ہے کہ تم نے کھائی کیسے عبور کرنی ہے۔“ چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اگر تم جانتے ہو تو مجھے بتا دو۔“ شیخ چلی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”نہیں شیخ چلی آقا۔ مجھے بتانے کی اجازت نہیں ہے۔ اب تم آگے بڑھو اور مہم سر کرنے کی کوشش کرو کیونکہ طلسم کا وقت شروع ہو چکا ہے اور اگر تم نے مقررہ وقت سے پہلے طلسم سر نہ کیا تو یہ طلسم تمہیں باہر پھینک دے گا اور تم دوبارہ اس طلسم میں نہیں آ سکو گے۔“ چراغ کے جن کی آواز سنائی دی تو شیخ چلی نے ہونٹ بھیجنے لئے۔

”لیکن چراغ کے جن۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ میں

کھائی کیسے عبور کروں گا۔“ شیخ چلی نے کہا۔
 ”شیخ چلی آقا۔ تم پہاڑ پر تو پہنچو کوئی نہ کوئی راستہ
 مل ہی جائے گا۔“ چراغ کے جن کی آواز سنائی دی۔
 ”دیکھو چراغ کے جن۔ اگر مجھے کوئی راستہ نہ ملا تو
 میں تمہیں چراغ سمیت ندی میں پھینک دوں گا۔ تم
 چراغ سمیت ندی میں ڈوب جاؤ گے۔“ شیخ چلی نے
 فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ طلسم کا وقت شروع ہو چکا ہے اور
 تم باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ جلدی سے طلسم
 کو سر کر کے چوتھے طلسم میں پہنچو۔“ چراغ کے جن
 کی آواز سنائی دی تو شیخ چلی نے چراغ اپنے لباس کی
 جیب میں رکھا اور واپس اونچائی کی طرف بڑھ گیا۔
 پہاڑ پر چڑھ کر شیخ چلی ایک بار پھر کھائی کا جائزہ لینے
 لگا۔ جائزہ لینے کے بعد بھی اسے کھائی پار کرنے کی
 کوئی صورت دکھائی نہیں دی تو اس کے چہرے پر
 مایوسی کے تاثرات ابھر آئے۔ جب اسے کچھ سمجھ نہ آیا
 تو وہ مایوس ہو کر پہاڑ پر بیٹھ گیا۔

”میری قسمت میں کسی ملک کی شہزادی سے شادی

کرنا لکھا ہی نہیں ہے۔ کوئی تو بتائے آخر میں اس کھائی کو کسے عبور کروں۔ دوسرا پہاڑ تو کافی دور ہے۔ میں اگر چھلانگ بھی لگاؤں تو میں دوسرے پہاڑ تک نہیں پہنچ سکتا۔ میرا خیال ہے مجھے واپس ہی چلے جانا چاہئے۔“ شیخ چلی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا پھر وہ طلسم کا وقت ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ شیخ چلی واقعی مایوس ہو چکا تھا۔ اسے وہاں بیٹھے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اچانک اسے پھڑپھڑاہٹ کی آواز سنائی دی تو اس نے بے اختیار چونکتے ہوئے سر اٹھا کر دیکھا تو سیاہ رنگ کا ایک عقاب اڑتا ہوا اس کے سر کے اوپر سے گزر کر دوسرے پہاڑ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ سیاہ عقاب عام عقابوں سے قدرے بڑا اور جسیم تھا۔ شیخ چلی کے ذہن میں ایک کوندا سا لپکا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”ارے سیاہ عقاب۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لیتے جاؤ۔“ شیخ چلی نے اونچی آواز میں کہا لیکن سیاہ عقاب دوسرے پہاڑ کے پیچھے پہنچ کر غائب ہو گیا تھا۔ شیخ چلی نے منہ بنایا اور دوبارہ پہاڑ پر بیٹھنے ہی لگا تھا کہ

اچانک اسے ایک اور عقاب دکھائی دیا تو وہ چونک پڑا۔ اس عقاب کی رنگت سرخ تھی اور وہ بھی قدرے بڑا اور جسیم تھا۔ وہ بھی اسی طرف آ رہا تھا جدھر شیخ چلی موجود تھا۔ شیخ چلی نے سیدھے کھڑے ہو کر اپنے دونوں ہاتھ بلند کر لئے۔

”رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لیتے جاؤ۔ میں نے دوسرے پہاڑ پر پہنچنا ہے۔“ شیخ چلی نے چیخ کر سرخ عقاب سے مخاطب ہو کر کہا لیکن سرخ عقاب اس کے سر کے اوپر سے گزرتا ہوا دوسرے پہاڑ کے پیچھے غائب ہو گیا۔

”ارے یہ تو بہرے عقاب ہیں۔ میری بات ہی نہیں سن رہے۔“ شیخ چلی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اسی طرف دیکھنے لگا جدھر سے عقاب آئے تھے۔ دوسرے ہی لمحے شیخ چلی کو زرد رنگ کا ایک اور عقاب اسی طرف آتا دکھائی دیا تو شیخ چلی کے ذہن میں ایک خیال آ گیا۔

”اب میں دیکھتا ہوں تم مجھے دوسرے پہاڑ پر کیسے نہیں لے جاتے۔“ شیخ چلی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا

اور زرد عقاب کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ ایسے اٹھائے ہوئے تھے جیسے کشتی لڑنے کے لئے تیاری کر رہا ہو۔ پھر جیسے ہی زرد عقاب اس کے قریب پہنچ کر گزرنے لگا تو شیخ چلی نے تیزی سے اچھل کر اس کی ٹانگیں پکڑنے کی کوشش کی۔ اسی کوشش میں شیخ چلی گرتے گرتے بچا لیکن وہ زرد عقاب کی ٹانگیں پکڑنے میں بالآخر کامیاب ہو گیا اور زرد عقاب اسے لئے دوسرے پہاڑ پر پہنچا تو شیخ چلی نے اس کی ٹانگیں چھوڑ دیں۔ دوسرے ہی لمحے شیخ چلی دھماکے سے پہاڑ پر گرا اور ڈھلوان کی طرف لڑھکتا چلا گیا۔ اس کے حلق سے چیخیں نکل رہی تھیں اور وہ خود کو سنبھالنے کی پوری کوشش کر رہا تھا لیکن ڈھلوان خاصی گہری تھی اس لئے باوجود کوشش کے شیخ چلی خود کو سنبھال نہ سکا اور پھر ایک دھماکے سے زمین پر جا گرا۔ زمین پر گرنے سے اس کا سر کسی پتھر سے ٹکرایا تو اس کا دماغ جھنجھٹا اٹھا اور وہ لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ اس نے گردن موڑ کر پہاڑ کی طرف دیکھا جدھر سے وہ لڑھکتا ہوا گرا تھا تو

اس کے چہرے پر خوف کے تاثرات ابھر آئے۔
 ”ارے آج تو مرتے مرتے بچا ہوں۔“ شیخ چلی
 نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ طلسم کا وقت ختم ہونے والا ہے۔
 اٹھو اور سو تک گنتی گنتے ہوئے سامنے والی غار میں
 گھس جاؤ۔“ اسی لمحے شیخ چلی کو اپنے لباس کی جیب
 میں موجود چراغ کے جن کی آواز سنائی دی تو وہ جلدی
 سے اٹھ بیٹھا اور سامنے دیکھنے لگا۔ جہاں بلندی پر ایک
 غار دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں اب ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلتا
 جا رہا تھا۔

”میں غار میں کیوں جاؤں۔“ شیخ چلی نے پوچھا۔
 ”غار میں داخل ہوتے ہی تم یہ طلسم سر کر کے
 چوتھے طلسم میں پہنچ جاؤ گے۔“ چراغ کے جن کی آواز
 سنائی دی تو شیخ چلی اچھل پڑا۔

”اوہ۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔ کیا واقعی یہ طلسم سر
 ہو جائے گا۔“ شیخ چلی نے مسرت بھرے لہجے میں
 کہا۔

”ہاں شیخ چلی آقا۔ دیر مت کرو۔ اگر دیر کر دی تو

طلم تمہیں باہر پھینک دے گا۔ اور ہاں سو تک پوری گنتی گنتی ہے اگر گنتی کے دوران ایک لفظ بھی بھول گئے تو تم واپس پہلے پہاڑ پر پہنچ جاؤ گے اور تمہیں دوبارہ کھائی عبور کرنی ہو گی۔“ چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم دعا کرنا کہ میں گنتی نہ بھولوں کیونکہ مجھے بھولنے کی عادت ہے۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ تم اپنا دھیان گنتی کی طرف ہی رکھنا تو تم بھولو گے نہیں۔“ چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ اٹھ کر تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اونچائی کی طرف بڑھ گیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ گنتی بھی گن رہا تھا۔ آدھی اونچائی عبور کرنے کے بعد شیخ چلی بھول گیا کہ اس نے کتنی گنتی گنی ہے۔ وہ رکا اور پریشانی سے سوچنے لگا۔

”اوہ۔ اب میں کیا کروں۔ پتہ نہیں میں نے ساٹھ تک گنتی کی ہے یا اکٹھ تک۔“ شیخ چلی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس نے

کہاں تک گنتے ہے۔ وقت گزرتا جا رہا تھا اور شیخ چلی الجھن میں ڈوبا ہوا تھا۔

”شاید میں نے اکسٹھ تک گنتی مکمل کی ہے۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔“ شیخ چلی نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور پھر اس نے ہاسٹھ کہا اور گنتی گنتا ہوا دوبارہ آگے بڑھنے لگا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ وہ ٹھیک گنتی گن رہا ہے کیونکہ اگر اس نے غلط گنتی کی ہوتی تو طلسم اسے اٹھا کر باہر پھینک دیتا۔ طلسم کے نہ پھینکنے سے شیخ چلی سمجھ گیا کہ وہ ٹھیک گنتی گن رہا ہے۔ پھر جیسے ہی شیخ چلی غار کے قریب پہنچا تو اس نے سو تک گنتی مکمل کر لی تھی۔

”شیخ چلی آقا۔ جلدی سے غار میں گھس جاؤ۔ جلدی کرو۔ اسی لمحے شیخ چلی کو چراغ کے جن کی آواز سنائی دی تو وہ بوکھلا کر غار میں گھس گیا۔ غار میں گھپ اندھیرا تھا اس لئے شیخ چلی کو کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

”آہ۔ شیخ چلی نے دوسرا طلسم سر کر لیا ہے۔ اس طلسم کو سر کرنے کا یہی طریقہ تھا کہ زرد عقاب کی

ٹانگیں پکڑ کر دوسرے پہاڑ پر پہنچ کر سو تک گنتی گنتے ہوئے غار میں گھسا جائے اور شیخ چلی نے ایسا ہی کیا ہے۔ اسی لمحے شیخ چلی کو ایک آواز سنائی دی مگر اسے بولنے والا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اچانک اسے جھٹکا لگا اور اس کے پیروں کے نیچے سے زمین ٹپکتی چلی گئی۔ بے اختیار شیخ چلی کے حلق سے چیخ نکل گئی اور وہ خلا میں گرتے ہوئے اپنے ہاتھ پیر مارنے لگا۔

اندھیرا چھٹا تو عمرو عیار نے دیکھا کہ وہ ایک وسیع و عریض میدان میں موجود تھا۔ میدان کے تین اطراف میں تاحد نگاہ کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا البتہ میدان کی چوتھی سمت میں ایک بلند و بالا اور وسیع و عریض قلعہ دکھائی دے رہا تھا۔ قلعے کی دیواریں سرخ رنگ کی تھیں اور اس کے چاروں اطراف میں موجود بڑے بڑے مینار بھی عمرو عیار کو واضح دکھائی دے رہے تھے۔ میناروں کی رنگت بھی سرخ تھی۔ عمرو عیار کا خیال تھا کہ وہ دوسرے طلسم میں موجود ہے مگر وہ تیسرے طلسم میں موجود تھا۔ عمرو عیار چند لمحے قلعے کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ بڑے بڑے قدم اٹھاتا قلعے کی طرف بڑھنے لگا مگر چند قدم چلنے کے بعد وہ رک

گیا۔

”مجھے محافظ بونے سے اس طلسم کے بارے میں معلوم کر لینا چاہیے۔“ عمرو عیار نے بڑبڑاتے ہوئے کہا پھر اس نے محافظ بونے کو آواز دی تو محافظ بونا زمبیل کے کونے میں نمودار ہو گیا۔

”مجھے معلوم ہے آپ نے مجھے کیوں بلایا ہے۔“ محافظ بونے نے سلام کرتے ہوئے کہا تو عمرو عیار کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

”تو پھر جلدی سے بتاؤ۔“ عمرو عیار نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آقا۔ آپ کو جو سرخ قلعہ دکھائی دے رہا ہے آپ نے اس کے اندر جانا ہے۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار حیران رہ گیا۔

”قلعے میں پہنچنے سے کیا طلسم سر ہو جائے گا۔“ عمرو عیار نے مسرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”ہاں آقا۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار کی خوشی میں اور اضافہ ہو گیا۔

”ارے واہ۔ یہ تو بہت آسان طلسم ہے۔“ عمرو عیار

نے کہا۔

”آقا۔ یہ آسان طلسم نہیں ہے۔“ محافظ بونے نے کہا تو عمرو عیار کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو گئی اور وہ بے اختیار چونک کر محافظ بونے کی طرف دیکھنے لگا۔

”کیا مطلب۔ کیا قلعے تک پہنچنے کے لئے مجھے بلاؤں سے مقابلہ کرنا ہو گا۔“ عمرو عیار نے پوچھا۔
 ”نہیں آقا۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ کو قلعے تک دوڑ کر پہنچنا ہو گا۔ اس کے لئے ایک شرط ہے کہ آپ نے تین مخصوص جگہوں کے علاوہ کہیں اور نہیں رکنا۔ اگر آپ مخصوص نشان والی جگہ سے پہلے رک گئے تو یہ طلسم آپ کو اٹھا کر اسی جنگل میں پہنچا دے گا جہاں سے آپ طلسم میں داخل ہوئے تھے۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار کی حیرت میں اضافہ ہو گیا۔

”محافظ بونے۔ مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ مجھے کہاں رکنا ہو گا۔“ عمرو عیار نے پوچھا۔
 ”آقا۔ مخصوص جگہ پر سرخ رنگ کی لکیر ہو گی۔“

اس لکیر سے پہلے آپ نے کہیں نہیں رکنا۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار نے ہونٹ بھیج لئے۔

”تمہارے خیال میں یہاں سے سرخ لکیر تک پہنچتے پہنچتے میں تھک جاؤں گا۔“ عمرو عیار نے پوچھا۔

”آقا۔ یہ تو آپ کی قوت برداشت پر منحصر ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ کی قوت برداشت بہت زیادہ ہے اور آپ بغیر تھکے سرخ لکیر تک پہنچ جائیں گے کیونکہ آپ برق تپاں ہیں۔“ محافظ بونے نے اس بار خوشامد بھرے لہجے میں کہا تو عمرو عیار کے چہرے پر بھی فاخرانہ تاثرات ابھر آئے۔

”ٹھیک ہے۔ تم جاؤ تاکہ میں دوڑنا شروع کر دوں۔“ عمرو عیار نے کہا۔

”آقا۔ ایک اور بات بھی بتا دوں کہ آپ دوسرے طلسم میں نہیں بلکہ تیسرے طلسم میں موجود ہیں۔“ محافظ بونے نے کہا تو عمرو عیار بے اختیار چونک پڑا۔

”کیا مطلب۔ میں دوسرا طلسم سر کئے بغیر تیسرے طلسم میں کیسے پہنچ گیا ہوں۔“ عمرو عیار نے حیرت

بھرے لہجے میں پوچھا۔
 ”آقا۔ دوسرا طلسم شیخ چلی نے سر کر لیا ہے اور وہ
 اب چوتھے طلسم میں موجود ہے۔“ محافظ بونے نے
 جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار بے اختیار اچھل
 پڑا۔

”شیخ چلی۔ یہ کون ہے اور کیا یہ بھی شاہ ارحان
 سے خزانہ حاصل کرنے کے لئے ریاست سلجوق جانا
 چاہتا ہے۔“ عمرو عیار نے حیرت بھرے لہجے میں
 پوچھا۔

”آقا۔ وقت نہیں ہے کہ میں آپ کو شیخ چلی کے
 متعلق تفصیل سے بتا سکوں۔ آپ یہ طلسم سر کرنے
 کے لئے دوڑ پڑیں۔ جب آپ پانچویں طلسم میں پہنچ
 جائیں گے تو میں آپ کو وہیں شیخ چلی کے بارے میں
 بتا دوں گا۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا
 تو عمرو عیار نے ہونٹ بھیج لئے۔ پھر عمرو عیار کے
 اثبات میں سر ہلانے پر محافظ بونا واپس زنبیل میں چلا
 گیا تو عمرو عیار نے قلعے کی طرف دیکھا پھر اس نے
 اللہ کا نام لے کر دوڑنا شروع کر دیا۔ پہلے تو وہ

آہستہ آہستہ دوڑتا رہا پھر اس کے قدموں میں تیزی آتی گئی اور وہ تیز تیز دوڑنے لگا۔ کافی دیر تک دوڑتے رہنے کے بعد عمرو عیار کا سانس اکھڑنے لگا۔ اس کی ٹانگیں بھی لڑکھڑا رہی تھیں۔ وہ بے حد تھک گیا تھا لیکن اسے سرخ لکیر کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ عمرو عیار کا حلق خشک ہو گیا تھا اور اسے ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ سرخ لکیر تک پہنچنے سے پہلے ہی گر جائے گا۔ جب عمرو عیار کی حالت پتلی ہونے لگی تو اس کے دوڑنے کی رفتار میں کمی آ گئی اور اب وہ لڑکھڑاتے ہوئے انداز میں دوڑ رہا تھا۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور وہ لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔

”آقا۔ مت رکیں۔ آپ سرخ لکیر کے قریب پہنچ گئے ہیں۔“ اسی لمحے عمرو عیار کو محافظ بونے کی آواز سنائی دی تو عمرو عیار نے بے اختیار چونکتے ہوئے سامنے دیکھا تو اسے سرخ لکیر دکھائی دی۔ گو کہ سرخ لکیر تھوڑے فاصلے پر موجود تھی لیکن عمرو عیار کو اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اس لئے اسے اپنی دھندلائی

ہوئی آنکھوں سے سرخ لکیر ابھی تک دور دکھائی دے رہی تھی۔

”آقا۔ ہمت کریں۔ آپ سرخ لکیر کے قریب پہنچ گئے ہیں۔“ عمرو عیار کو محافظ بونے کی آواز دوبارہ سنائی دی تو عمرو عیار نے اپنی قوت مجتمع کی اور رکے بغیر سرخ لکیر کی طرف بڑھنے لگا۔ سرخ لکیر تک پہنچتے پہنچتے عمرو عیار کی لڑکھڑاہٹ میں اضافہ ہو گیا اور پھر جیسے ہی وہ سرخ لکیر کے قریب پہنچا تو اس کی ہمت جواب دے گئی اور وہ خالی ہوتی ریت کی بوری کی طرح سرخ لکیر پر گر گیا۔ اس کا حلق سوکھ چکا تھا اور آنکھیں باہر کو ابل آئی تھیں۔ عمرو عیار کا سینہ پھول اور پچک رہا تھا۔ اسی لمحے محافظ بونا پانی کی چھاگل لئے زمبیل سے باہر نکلا اور ہوا میں تیرتا ہوا عمرو عیار کے چہرے کے قریب آ گیا۔ اس نے چھاگل کا دہانہ کھول کر عمرو عیار کے منہ سے لگا دیا تو عمرو عیار غٹاغت پانی پینے لگا۔ اس دوران عمرو عیار کے ہونٹوں سے پانی نکل کر زمین پر بھی گر رہا تھا۔ پانی پینے سے عمرو عیار کی جان میں جان آئی اور اس کی حالت بہتر

ہونے لگی لیکن وہ ابھی تک لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔ محافظ بونے نے چھاگل عمرو عیار کے منہ سے ہٹا لی تھی۔

”آقا۔ آپ ٹھیک تو ہیں نا“۔ محافظ بونے نے پوچھا۔ عمرو عیار چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”محافظ بونے۔ یہ تو بہت لمبا فاصلہ تھا۔ کیا دوسری لکیر تک بھی اتنا ہی فاصلہ ہے“۔ عمرو عیار نے پوچھا۔ ”ہاں آقا“۔ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار پریشان ہو گیا۔

”محافظ بونے۔ کوئی ترکیب بتاؤ۔ میں تو دوڑ دوڑ کر تھک گیا ہوں۔ مجھے تو ایسے لگ رہا تھا جیسے میری جان ابھی نکل جائے گی“۔ عمرو عیار نے ہانپتے ہوئے کہا۔

”آقا۔ آپ کو دوڑ کر ہی دوسری لکیر تک پہنچنا ہو گا“۔ محافظ بونے نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو عمرو عیار نے ہانپتے ہوئے سرخ قلعے کی طرف دیکھا۔ اسے سرخ قلعہ ابھی تک ویسے ہی دور دکھائی دے رہا

تھا جیسے اسے دوڑنے سے پہلے دکھائی دیا تھا۔ سرخ قلعے کی طرف دیکھتے ہوئے عمرو عیار سوچ رہا تھا کہ کیا وہ دوسری سرخ لکیر تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکے گا یا نہیں۔ اچانک عمرو عیار کو سنہری چیلوں کا خیال آیا تو اس نے محافظ بونے کی طرف دیکھا۔

”محافظ بونے۔ کیا سنہری چیلیں میری مدد کر سکتی ہیں۔“ عمرو عیار نے محافظ بونے سے کہا۔

”آپ سوچ رہے ہیں کہ سنہری چیلیں پہن کر انہیں دوڑنے کے لئے کہیں گے تو وہ دوڑ پڑیں گی تو ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ آپ کو خود ہی دوڑ کر دوسری سرخ لکیر تک پہنچنا ہو گا۔“ محافظ بونے نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو عمرو عیار کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ اس کے ذہن میں یہی خیال تھا جو محافظ بونے نے اسے بتایا تھا۔ تھوڑی دیر آرام کرنے سے عمرو عیار کی حالت سنبھل گئی تھی اور وہ پہلے کی طرح ہشاش بشاش دکھائی دے رہا تھا۔

”آقا۔ انھیں اور دوسری سرخ لکیر تک پہنچیں۔ طلسم کا تھوڑا سا وقت گزر گیا ہے۔“ محافظ بونے نے کہا تو

عمرو عیار اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر محافظ بونے کے زنبیل میں جاتے ہی عمرو عیار نے آہستہ آہستہ دوڑنا شروع کر دیا۔ تھوڑا سا فاصلہ عبور کرنے کے بعد عمرو عیار کو اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس کا حلق ایک بار پھر سوکھنے لگا لیکن اس نے ہمت نہ ہاری۔ وہ مسلسل دوڑتا رہا۔ گو کہ اس کی رفتار اب پہلے سے کم ہو گئی تھی لیکن عمرو عیار کو ہر صورت میں دوسری سرخ لکیر تک پہنچنا تھا۔

دوسری سرخ لکیر تک پہنچتے پہنچتے عمرو عیار کی حالت پہلے کی طرح خستہ ہو گئی تھی۔ اس کا حلق سوکھ گیا تھا اور اسے اپنے پیٹ میں درد محسوس ہو رہا تھا۔ اس بار بھی محافظ بونا چھاگل لئے زنبیل سے فوراً باہر نکل آیا تھا اور اب وہ عمرو عیار کے حلق میں پانی انڈیل رہا تھا۔ عمرو عیار پانی پینے کے بعد لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

”آقا۔ مبارک ہو۔ آپ کامیابی سے دوسری لکیر تک پہنچ گئے ہیں۔ اب صرف آخری لکیر رہ گئی ہے اس کے بعد آپ یہ طلسم سر کر لیں گے۔“ محافظ بونے

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مم۔ مم۔ محافظ بونے۔ مجھے اپنے پیٹ میں درد محسوس ہو رہا ہے۔“ عمرو عیار نے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہٹلا کر کہا۔

”آقا۔ یہ کیا بات ہوئی۔ دوڑنے کی وجہ سے تو آپ کی ٹانگوں میں درد ہونا چاہئے۔ پیٹ میں درد کیوں ہو رہا ہے۔“ محافظ بونے نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمرو عیار ہانپتے ہوئے گھور کر اسے دیکھنے لگا۔

”محافظ بونے۔ یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔“ عمرو عیار نے غصیلے لہجے میں کہا تو محافظ بونا گڑبڑا گیا۔

”ٹھیک ہے آقا۔ میں آپ سے کسی اور وقت مذاق کر لوں گا۔“ محافظ بونے نے کہا تو عمرو عیار نے ہونٹ بھینج لئے۔ عمرو عیار نے گردن موڑ کر سرخ قلعے کی طرف دیکھا تو وہ اب بھی اسے دور ہی دکھائی دے رہا تھا۔

”پتہ نہیں میں تیری سرخ لکیر تک پہنچ بھی سکوں گا یا نہیں۔ میری تو ٹانگوں میں بھی جان نہیں رہی۔“ عمرو عیار نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”آقا۔ گلتا ہے آپ ہمت ہارتے جا رہے ہیں۔
اب تو سرخ قلعے تک پہنچنے میں تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا
ہے۔“ محافظ بونے نے عمرو عیار کی ہمت بڑھاتے
ہوئے کہا۔

”میری جگہ اگر تم ہوتے تو تم بھی ہمت ہار
جاتے۔“ عمرو عیار نے دانت کچکچاتے ہوئے کہا۔

”آقا۔ اگر آپ اپنا دماغ لڑائیں تو آپ کو اس
مسئلے کا حل بھی مل جائے گا۔“ محافظ بونے نے جواب
دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار نے بے اختیار چونک کر
اس کی طرف دیکھا۔

”کیا مطلب۔ اگر اس مسئلے کا حل موجود ہے تو تم
نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔“ عمرو عیار نے غصیلے
لہجے میں کہا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے محافظ بونے کو
گردن سے پکڑ لیا تو محافظ بونا گڑبڑا گیا۔ اس کے
چہرے پر خوف کے تاثرات ابھر آئے اور وہ عمرو عیار
کی گرفت سے اپنی گردن چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔
”آقا۔ مم۔ مم۔ میری۔ گگ۔ گگ۔ گردن تو چھوڑ
دیں۔ میرا سانس گھٹ رہا ہے۔“ محافظ بونے نے

گھگھکیائے ہوئے لہجے میں کہا تو عمرو عیار نے اس کی گردن چھوڑ دی۔ محافظ بونے یوں لہجے لہجے سانس لینے لگا جیسے طویل سفر طے کر کے آیا ہو۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی گردن پر رکھ لئے تھے۔

”آقا۔ اگر آپ میری گردن نہ چھوڑتے تو میں آج ہلاک ہو جاتا۔“ محافظ بونے نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”بتاؤ۔ میں طلسم کیسے سر کروں۔“ عمرو عیار نے پوچھا۔

”آقا۔ طلسم کیسے سر کرنا ہے یہ مجھے بتانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں تو آپ کی ٹانگوں کے علاج کے بارے میں بتا رہا تھا جو پہلے ہی سوکھی ہوئی ہیں اس طلسم میں مزید سوکھ کر کاٹا ہوتی جا رہی ہیں۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار نے گھور کر اسے دیکھا۔

”تم میری ٹانگوں کا مذاق مت اڑاؤ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ جو پوچھا ہے اس کا جواب دو ورنہ اس بار گردن پکڑ لی تو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔“ عمرو

عیار نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”آقا۔ میں نے کہا نا کہ مجھے بتانے کی اجازت نہیں ہے البتہ اگر آپ کی ٹانگوں میں درد ہو رہا ہے تو آپ معجون قوتِ دماغی کھالیں۔ اس سے آپ کا نہ صرف دماغ تیز ہو جائے گا بلکہ ہو سکتا ہے ٹانگوں میں بھی جان آ جائے جس طرح گھوڑا تیز رفتاری سے دوڑتا ہے ہو سکتا ہے آپ بھی اترا طرح دوڑنا شروع کر دیں۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار بے اختیار چونک پڑا اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ اب اسے ساری بات سمجھ آ گئی تھی کہ محافظ بونا کیوں معجون قوتِ دماغی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ محافظ بونے نے اشاروں میں ہی عمرو عیار کو بتا دیا تھا کہ وہ معجون قوتِ دماغی کھالے تو اس کی ٹانگوں میں جان آ سکتی ہے اور وہ بغیر تھکے طلسم سر کر سکتا ہے۔

”تم واپس زنبیل میں جاؤ۔“ عمرو عیار نے کہا تو محافظ بونا چھاگل لئے زنبیل میں چلا گیا۔ عمرو عیار نے زنبیل سے حکیم لق لق بصروی کی معجون قوتِ دماغی نکال

کر کھائی تو اسے اپنے جسم میں بجلی کی سی لہریں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ ساتھ ہی اس کی تھکاوٹ بھی جاتی رہی اور وہ خود کو توانا محسوس کرنے لگا۔ عمرو عیار سوچ رہا تھا کہ اگر محافظ بونا پہلے ہی اسے معجون قوت دماغی کے بارے میں اشارہ کر دیتا تو اسے طلسم سر کرتے ہوئے تھکنا نہ پڑتا۔ عمرو عیار نے معجون دماغی قوت کی ڈبیہ واپس زنبیل میں رکھی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”چلو عمرو عیار۔ اب تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا ہے۔“ عمرو عیار نے بڑبڑاتے ہوئے خود سے کہا پھر اس نے تیسری سرخ لکیر کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ اب عمرو عیار پہلے سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے دوڑ رہا تھا اور دوڑتے ہوئے عمرو عیار کو اپنی سوکھی ٹانگوں میں بھی درد محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد عمرو عیار بغیر رکے تیسری سرخ لکیر تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ تیسری سرخ لکیر تک پہنچنے کا فاصلہ بھی خاصا طویل اور تھکا دینے والا تھا مگر عمرو عیار ہشاش بشاش تھا اور اس بار اس کا سانس بھی پھولا نہیں تھا۔ تیسری سرخ لکیر عبور کرتے ہی عمرو عیار خوشی سے چھوٹے

بچوں کی طرح قلقاریاں مارنے لگا۔

”آقا۔ خوشی بعد میں مناتے رہنا، طلسم کا وقت ختم ہونے والا ہے آپ جلدی سے قلعے میں داخل ہو جائیں۔“ اسی لمحے عمرو عیار کو محافظ بونے کی آواز سنائی دی تو عمرو عیار نے قلقاریاں مارنی بند کیں اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا قلعے کی طرف بڑھ گیا۔ قلعے کی دیوار کے ساتھ سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جس کے دونوں طرف چھوٹی چھوٹی دیواریں تھیں۔ عمرو عیار جلدی جلدی سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر چڑھنے لگا۔ پھر جیسے ہی اس نے آخری قدم قلعے کی زمین پر رکھا تو وہاں یکلخت اندھیرا چھا گیا۔ عمرو عیار ٹھٹک کر رک گیا۔

”آہ۔ عمرو عیار نے تیسرا طلسم سر کر لیا ہے۔ اس طلسم کو سر کرنے کا یہی طریقہ تھا کہ تینوں سرخ لکیروں کو بغیر رکے دوڑتے ہوئے عبور کرنا تھا اور عمرو عیار نے ایسا ہی کیا ہے۔“ اسی لمحے عمرو عیار کو ایک مردانہ انسانی آواز سنائی دی تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ پھر عمرو عیار اندھیرا ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

شیخ چلی کے پیر زمین سے لگے تو اس نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں اور ہونقوں کی مانند ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اب وہ ایک بہت بڑے میدان میں ایک چٹان پر موجود تھا۔ چٹان کی لمبائی اور چوڑائی دو گز تھی۔ اس چٹان کے آگے ایک گز کے فاصلے پر ایک گہری کھائی موجود تھی۔ اس کھائی کے بعد دو مربع گز کی ایک اور چٹان موجود تھی۔ ان کھائیوں کی تعداد سات تھی اور چٹانوں کی تعداد بھی سات تھی۔ ساتویں کھائی کے اختتام پر چھوٹا سا میدان تھا اور میدان سے قدرے فاصلے پر ایک غار دکھائی دے رہا تھا جس کا دہانہ کھلا ہوا تھا اور غار میں گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ شیخ چلی حیرت بھری نظروں سے کھائیوں کی طرف

دیکھنے لگا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اس کے چہرے پر خوف کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ اس کے پیچھے بہت بڑی کھائی منہ پھاڑے موجود تھی۔ اگر شیخ چلی انجانے میں پیچھے کی طرف قدم اٹھاتا تو وہ کھائی میں گر کر ہلاک ہو جاتا۔ شیخ چلی نے کھائی میں جھانکا تو اسے اپنے دل میں ہول اٹھتے محسوس ہوئے اور وہ جلدی سے آگے ہو گیا۔

”شکر ہے میں کھائی میں نہیں گرا، ورنہ میری ہڈیاں بھی پُور پُور ہو جاتیں۔“ شیخ چلی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ پھر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس کے دائیں بائیں بھی کھائیاں موجود تھیں اور کھائیوں کے پیچھے سپاٹ دیواریں تھیں جن پر جنوں، بھوتوں اور چڑیلوں کی خوفناک شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ شیخ چلی کی نظر ان تصویروں پر پڑی تو وہ خوفزدہ ہو گیا۔ شیخ چلی کو ایسے محسوس ہوا جیسے خوفناک چڑیلیں اصلی حالت میں آ کر اس پر جھپٹ پڑیں گی۔ شیخ چلی نے اپنی نظریں خوفناک شکلوں والی تصویروں سے ہٹا لیں تاکہ اس پر خوف طاری نہ ہو اور وہ خوف کے مارے کہیں کھائی

میں نہ گر جائے۔ یہی خیال اس کے ذہن میں آیا تو وہ چٹان پر بیٹھ گیا۔

”شیخ چلی آقا۔ تم آرام سے بیٹھ کیوں گئے ہو۔“ اسی لمحے شیخ چلی کو اپنے لباس کی جیب میں موجود چراغ کے جن کی آواز سنائی دی تو شیخ چلی چونک پڑا۔

”تو کیا کروں۔ کیا اٹھ کر ناچنا شروع کر دوں۔“ شیخ چلی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ اٹھو اور اس طلسم کو سر کرو۔ اگر مقررہ وقت تک تم نے طلسم سر نہ کیا تو یہ طلسم تمہیں اٹھا کر باہر پھینک دے گا۔“ چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”چراغ کے جن۔ میں کیسے یہ طلسم سر کروں مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ اگر تمہیں سمجھ آ گیا ہے تو مجھے بھی سمجھا دو۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”شیخ پتی آقا۔ تمہیں جو چٹانیں اور ان کے درمیان کھائیاں دکھائی دے رہی ہیں تمہیں ان کھائیوں کو عبور کرنا ہے۔ تم چھلانگیں لگا کر ایک چٹان سے

دوسری چٹان پر پھر تیسری چٹان پر اور اسی طرح تم نے ساتویں چٹان پر پہنچ کر آخری کھائی عبور کر کے غار میں داخل ہونا ہے۔ اس طرح یہ طلسم سر ہو جائے گا۔ چراغ کے جن نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تو شیخ چلی بے اختیار چونک کر کھائی کی طرف دیکھنے لگا۔

”کک۔ کیا مطلب۔ مجھے ان کھائیوں کو عبور کرنا ہو گا۔ نہیں نہیں چراغ کے جن۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اس طرح تو میں کسی کھائی میں گر کر ہلاک ہو سکتا ہوں۔ نہیں نہیں۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔ ابھی تو میں نے شہزادی ماہ جبیں سے شادی کر کے امیر ہونا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری ہونے والی بیوی شہزادی ماہ جبیں بیوہ ہو جائے۔“ شیخ چلی نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر خوف بدستور موجود تھا۔ کھائیوں کو عبور کرنے کے خیال سے ہی اس کے دل میں ہول سے اٹھ رہے تھے۔

”شیخ چلی آقا۔ جب تک تم اس طلسم کو سر نہیں کرو گے تم شہزادی ماہ جبیں سے کیسے شادی کر سکو گے۔“

طلسمات کو سر کرنے کے بعد ہی تو تم شہزادی ماہ جبیں تک پہنچ پاؤ گے۔ سوچ لو شیخ چلی آقا۔ طلسم کو سر کرنے کا وقت شروع ہو چکا ہے اور اگر تم نے زیادہ دیر کر دی تو یہ طلسم تمہیں باہر پھینک دے گا اور تمہاری جگہ خواجہ عمرو عیار اس طلسم کو سر کر کے شہزادی ماہ جبیں سے ڈھیروں خزانہ حاصل کر لے گا۔ چراغ کے جن نے کہا تو خزانے کا سن کر شیخ چلی کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

”شہزادی ماہ جبیں کے ساتھ ساتھ مجھے خزانہ بھی چاہیے۔“ شیخ چلی نے بے اختیار کہا۔
 ”تو پھر اٹھو اور اس طلسم کو جلدی سے سر کرو۔“
 چراغ کے جن نے کہا۔

”میں اس طلسم کو کیسے سر کروں۔ مجھے کچھ بتاؤ تو سہی۔“ شیخ چلی نے اس بار جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ میں نے تمہیں بتایا تو ہے کہ سات کھائیوں کو عبور کر کے غار میں داخل ہو جاؤ۔“ اس بار چراغ کے جن کی بھی جھنجھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

وہ بھی شیخ چلی کی احمقانہ باتوں سے زچ ہو گیا تھا۔
 ”مگر میں کیسے ان کھائیوں کو عبور کروں۔“ شیخ چلی

نے بدستور جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اُف شیخ چلی آقا۔ تمہارے گاؤں والے تمہارے

بارے میں ٹھیک ہی کہتے ہیں۔“ چراغ کے جن کی
 آواز سنائی دی۔

”میرے بارے میں کیا کہتے ہیں گاؤں والے۔“

شیخ چلی نے کہا۔

”گاؤں والے تمہارے بارے میں کہتے ہیں کہ تم

احمق ہو، موٹے ہونے کے ساتھ ساتھ تمہاری عقل بھی

موٹی ہے۔ تمہارے دماغ میں بھیجے نام کی کوئی چیز نہیں

ہے بلکہ بھوسہ بھرا ہوا ہے۔“ چراغ کے جن نے

جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی کے چہرے پر حیرت

کے تاثرات ابھر آئے۔

”اچھا۔ گاؤں والے میرے بارے میں ایسا سوچتے

ہیں لیکن میں احمق نہیں ہوں۔ سارے گاؤں میں

میرے جیسا کوئی ذہین انسان نہیں ہے۔ گاؤں والوں کو

غلط فہمی ہوئی ہے یا تم نے غلط سنا ہو گا۔“ شیخ چلی

نے کہا جیسے اسے اپنی ذہانت پر فخر ہو۔

”میں کیا کہہ سکتا ہوں شیخ چلی آقا۔ تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ اٹھو اور کھائیوں کو عبور کرو۔“ چراغ کے جن کی ایسی آواز سنائی دی جیسے وہ شیخ چلی کی باتوں سے زچ ہو گیا ہو۔

”چراغ کے جن۔ کیا تمہارے پاس بانس ہے۔“ شیخ چلی نے پوچھا۔

”بانس۔ تم بانس کا کیا کرنا چاہتے ہو شیخ چلی آقا۔“ چراغ کے جن کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

”میں بانس کو چٹانوں کے اوپر رکھنا چاہتا ہوں تاکہ بانس پر چل کر میں کھائیاں عبور کر لوں۔“ شیخ چلی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ بانس پر تمہارا چلنا فضول ہے۔ تم موٹے ہو اور بانس تمہارا وزن برداشت نہیں کر سکے گا۔ سوچو اگر بانس ٹوٹ گیا تو تم کھائی میں گر کر ہلاک ہو جاؤ گے۔“ چراغ کے جن نے کہا۔

”تو پھر میں کیسے کھائیاں عبور کروں۔“ شیخ چلی نے جھلاہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ تمہیں ایک چٹان سے دوسری چٹان پر چھلانگ لگا کر ہر کھائی عبور کرنی ہو گی۔ اگر تم اس طریقے کے علاوہ دوسرا طریقہ اختیار کرنے کی کوشش کی تو یہ طلسم وقت سے پہلے ہی ختم ہو کر تمہیں باہر پھینک دے گا۔ اس طرح تمہاری شادی بھی شہزادی ماہ جبین سے نہیں ہو سکے گی۔ اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم طلسم سر کرتے ہو یا طلسم سے باہر پھینک دینے جاتے ہو مینڈک کی طرح۔ اب میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکوں گا۔ چراغ کے جن جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی چونک پڑا۔

”چراغ کے جن۔ میری بات سنو۔ کہاں چلے گے ہو۔“ شیخ چلی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس نے اپنے لباس کی جیب سے چراغ نکال کر جن آوازیں دیں مگر جن نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو چلی پر جھلاہٹ طاری ہو گئی اور اس نے چراغ واپس لباس کی جیب میں رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”شہزادی ماہ جبین سے شادی کرنے کے لئے آج مجھے دس طلسم بھی سر کرنے پڑے تو میں کروں گا“

شیخ چلی نے کہا اور پھر دوسری چٹان کا جائزہ لینے لگا۔ پھر اس نے دایاں پیر اٹھا کر دوسری چٹان پر رکھنے کے لئے بڑھایا پھر دوسرے ہی لمحے پیر پیچھے کر لیا کیونکہ دوسری چٹان پر اس کا پیر نہیں پہنچ رہا تھا۔ شیخ چلی نے ہونٹ بھینچ لئے۔ پھر اچانک اسے چراغ کے جن کے آخری الفاظ 'مینڈک کی طرح' یاد آئے تو وہ چراغ کے جن کا اشارہ سمجھ کر اچھل پڑا۔ شیخ چلی نے کھڑے کھڑے مینڈک کی طرح چھلانگ لگائی اور اچھل کر دوسری چٹان پر پہنچ گیا۔ دوسری چٹان پر پہنچتے ہی شیخ چلی خوشی سے قلقاریاں مارنے لگا۔

”ارے واہ۔ میں تو دوسری چٹان پر پہنچ گیا ہوں۔“ شیخ چلی نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ پھر اس نے تیسری چٹان کی طرف چھلانگ لگا دی۔ تیسری چٹان پر بھی وہ آسانی سے پہنچ گیا۔

”میں تو خواہ مخواہ ہی ڈر رہا تھا۔ یہ تو کوئی مشکل طلسم نہیں ہے۔“ شیخ چلی نے کہا اور پھر اس نے چوتھی چٹان پر چھلانگ لگا دی۔ چونکہ شیخ چلی خوشی سے نہال ہو گیا تھا اس لئے اس بار اس نے لاپرواہ سے انداز

میں چوتھی چٹان پر چھلانگ لگائی تھی۔ پھر جیسے ہی ا نے پانچویں چٹان پر چھلانگ لگائی تو اس کا ایک چٹان پر ا دوسرا پیر چٹان کے کونے پر پڑا تھا ج کی وجہ سے شیخ چلی کا توازن بگڑ گیا اور وہ دھڑ سے کھائی میں گرنے لگا لیکن اس نے اپنے دونو ہاتھوں سے چٹان کا کونہ پکڑ لیا۔ اس کے حلق سے نکل گئی۔ خوف سے اس کی آنکھیں باہر نکل آئی تھیں اب وہ چٹان پکڑے لٹکا ہوا تھا۔ شیخ چلی کی قسم اچھی تھی کہ چٹان کا کونہ ترچھا تھا اس لئے ا پکڑنے کی وجہ سے شیخ چلی کھائی میں گرنے سے گیا تھا۔

”بچاؤ۔ بچاؤ۔ یہاں کوئی ہے جو مجھے بچائے۔“
چلی نے اونچی آواز میں کہا لیکن وہاں کوئی ہوتا اسے بچاتا۔ اس کی آواز وہاں گونج کر رہ گئی۔

”ہائے۔ ہائے۔ مجھے بچاؤ۔ میں کھائی میں گر جاؤ گا۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔ میں مر گیا تو میرے بوڑھی ماں میرے غم میں مر جائے گی۔ میری شا بھی نہیں ہوئی۔“ شیخ چلی نے چیختے ہوئے کہا لیکن ا

بار بھی اس کی آواز فضا میں گونج کر رہ گئی۔ شیخ چلی
نے غیر ارادی طور پر کھائی میں جھانکا تو اس کا دل
اچھل کر اس کے حلق میں آ گیا۔ کھائی اتنی گہری تھی
کہ اس کی تہہ تک دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

”اللہ غارت کرے ایسے جادوگروں کو جو اتنے مشکل
طلسمات بناتے ہیں۔“ شیخ چلی نے جادوگروں کو
بددعائیں دیتے ہوئے کہا۔ اچانک شیخ چلی کو چراغ
کے جن کا خیال آیا تو کے چہرے پر امید کی کرن
چمک اٹھی۔

”چراغ کے جن۔ چراغ سے باہر نکلو اور مجھے
بچاؤ۔ کیا تم میری آواز سن رہے ہو۔ تم سو تو نہیں
گئے۔“ شیخ چلی نے چراغ کے جن کو آوازیں دیتے
ہوئے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ میں تمہاری مدد تو کر سکتا ہوں مگر
مجبوری یہ ہے کہ میں چراغ سے باہر نہیں آ سکتا۔“
چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی
نے ہونٹ بھیجنے لئے۔

”کیوں۔ کیا کسی نے تمہیں رسی سے باندھ رکھا

ہے۔ فوراً باہر آ کر مجھے بچا لو۔ شیخ چلی نے غصیلے
لہجے میں کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ میں نے آپ کو دوسرے طلسم میں
بھی بتایا تھا کہ میں کسی طلسم میں چراغ سے باہر نہیں
آ سکتا۔ اگر میں چراغ سے باہر نکلا تو میں فوراً جل
کر بھسم ہو جاؤں گا۔“ چراغ کے جن نے کہا۔

”اوہ ہاں۔ میں تو بھول ہی گیا ہوں۔ تم نے واقعی
مجھے بتایا تھا۔ ٹھیک ہے تم چراغ سے باہر نہ آؤ میں
نہیں چاہتا کہ میں تم سے محروم ہو جاؤں۔ اگر میں تم
سے محروم ہو گیا تو بھر میں کسے اپنا غلام بناؤں گا۔“
شیخ چلی نے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ تم تو اپنے گاؤں کے بہادر اور نڈر
نوجوان ہو۔ بڑے بڑے بہادر تمہارے سامنے گھٹنے
ٹیک دیتے ہیں پھر تم کیوں گھبرا رہے ہو۔ تم ہمت اور
حوصلہ کرتے ہوئے اوپر چڑھنے کی کوشش کرو۔ مجھے
اسید ہے کہ تم کھائی میں نہیں گرو گے۔“ چراغ کے
جن نے اس کی ہمت بندھاتے ہوئے کہا تو شیخ چلی
کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔ پھر اس نے اپنی دائیں

ٹانگ چٹان کے رخنوں میں پھنساتے ہوئے اوپر چڑھنے کی کوشش کی لیکن اس کا پیر چٹان تک پہنچ ہی نہ رہا تھا۔ باوجود کوشش کے جب شیخ چلی ناکام ہو گیا تو اس کے چہرے پر جھلاہٹ کے تاثرات ابھر آئے۔ مسلسل لٹکنے سے شیخ چلی کے بازو بھی تھک گئے تھے اور اس کے ہاتھوں میں درد شروع ہو گیا تھا۔

”چراغ کے جن۔ میرا پیر چٹان تک نہیں پہنچ رہا۔ تم میری مدد کرو۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ اچھا میں کچھ سوچتا ہوں۔“ چراغ کے جن کی آواز سنائی دی اور پھر خاموشی چھا گئی۔

”ذرا جلدی سوچو۔ میرے ہاتھ چٹان سے چھوٹ رہے ہیں۔ اگر میں کھائی میں گر کر مر گیا تو میری موت کے ذمہ دار تم ہو گے۔“ شیخ چلی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اب واقعی اس کی ہمت جواب دیتی جا رہی تھی اور اگر وہ اسی طرح مزید تھوڑی دیر لٹکا رہا تو اس کے ہاتھ چٹان کے کونے سے پھسل جائیں گے اور وہ کھائی میں گر جائے گا۔

”کچھ سوچا۔“ شیخ چلی نے چراغ کے جن سے پوچھا مگر چراغ کے جن نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔
 ”چراغ کے جن۔ کیا بھنگ پی کر سو گئے ہو۔ تم جواب کیوں نہیں دے رہے۔ ارے باپ رے۔ میرے ہاتھ پھسل والے ہیں۔ مجھ میں مزید لٹکنے کی سکت نہیں ہے۔ یاد رکھو اگر میں کھائی میں گر کر مرا تو زندہ تم بھی نہیں بچو گے۔ تم بھی میرے ساتھ ہی کھائی میں گر کر مر جاؤ گے۔“ شیخ چلی نے اس بار رو دینے والے لہجے میں کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ تم پریشان نہ ہو میں نے حل ڈھونڈ لیا ہے۔“ اسی لمحے شیخ چلی کو چراغ کے جن کی آواز سنائی دی تو شیخ چلی کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔
 ”بتاؤ۔ کیا حل ڈھونڈا ہے۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ میں خود تو چراغ سے باہر نہیں نکل سکتا البتہ میں اپنا ہاتھ باہر نکال سکتا ہوں۔ تم میرے ہاتھ پر پیر رکھ کر چٹان پر چڑھ جاؤ۔“ چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی خوش ہو گیا۔
 ”چراغ کے جن۔ کہیں تمہارا ہاتھ تو بھسم نہیں ہو

ئے گا۔“ شیخ چلی نے پوچھا۔

”نہیں شیخ چلی آقا۔ میں نے معلوم کر لیا ہے اس
ایسا کہا ہے۔“ چراغ کے جن نے جواب دیتے
ئے کہا۔

”تو پھر جلدی سے اپنا ہاتھ باہر نکالو۔“ شیخ چلی نے
تو چند لمحوں کے بعد شیخ چلی کے لباس کی جیب
ایک ہاتھ باہر نکل آیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہاتھ
بہ آہستہ بڑا ہوتا چلا گیا اور ہاتھ شیخ چلی کے پیٹ
ترب آ گیا۔

”شیخ چلی۔ اپنا پاؤں میرے ہاتھ پر رکھ دو۔“
جن کے جن کی آواز سنائی دی تو شیخ چلی نے جلدی
اپنا دایاں پاؤں ہاتھ پر رکھ دیا تو چراغ کے جن
اسے بلند کیا تو شیخ چلی چٹان کی سطح کے قریب
اور پھر وہ جلدی سے چٹان پر چڑھ گیا۔ جیسے ہی
چٹان پر چڑھا تو چراغ کے جن کا بازو وہاں سے
ہو گیا۔ چٹان پر چڑھنے کے بعد شیخ چلی خوش
ہوا۔

”شکریہ چراغ کے جن۔“ شیخ چلی نے اپنے لباس

کی جیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”تمہاری مدد کرنا میرا فرض ہے شیخ چلی آقا۔ اب تم احتیاط سے اور جلدی سے چھٹی اور ساتویں کھائی عبور کرو۔ طلسم کے ختم ہونے میں وقت بے حد کم رہ گیا ہے۔“ چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی نے چونک کر چھٹی چٹان کی طرف دیکھا۔ وہ تو یہ بھول ہی گیا تھا کہ وہ طلسم میں موجود ہے اور اسے طلسم سر کرنا ہے۔

”ٹھیک ہے چراغ کے جن۔ اب میں احتیاط کروں گا۔“ شیخ چلی نے کہا اور پھر چند لمحے چھٹی چٹان کی طرف دیکھنے کے بعد اس نے محتاط انداز میں چھلانگ لگائی اور چھٹی چٹان پر پہنچ گیا۔

”اللہ کا شکر ہے کہ میں باحفاظت چھٹی چٹان پر پہنچ گیا ہوں۔ اب آخری چٹان رہ گئی ہے۔“ شیخ چلی نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جلدی کرو شیخ چلی آقا۔“ اسی لمحے شیخ چلی کو چراغ کے جن کی آواز سنائی دی تو شیخ چلی نے بوکھلا کر ساتویں چٹان پر چھلانگ لگا دی۔ اس بار اس کا

ایک پیر چٹان کی سطح پر جبکہ دوسرا پیر چٹان کے کونے میں پڑا تھا۔ چونکہ شیخ چلی نے بروقت خود کو سنبھال لیا تھا اس لئے وہ کھائی میں گرنے سے بچ گیا تھا۔ پھر ساتویں کھائی بھی عبور کر کے اس نے غار کی طرف دوڑ لگا دی۔ جیسے ہی شیخ چلی غار میں داخل ہوا تو یکلخت طلسم اندھیرے میں ڈوب گیا۔ اگر شیخ چلی کو ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو چوتھا طلسم اسے باہر پھینک دیتا۔

”آہ۔ شیخ چلی نے چوتھا طلسم بھی سر کر لیا ہے۔ اس طلسم کو سر کرنے کا یہی طریقہ تھا کہ کھائیوں کو عبور کر کے غار میں داخل ہوا جائے اور شیخ چلی نے ایسا ہی کیا ہے۔“ اسی لمحے شیخ چلی کو ایک مردانہ آواز سنائی دی پھر یکلخت خاموشی چھا گئی۔ شیخ چلی آنکھیں پھاڑے اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا مگر اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اندھیرا چھٹا تو عمرو عیار نے دیکھا کہ وہ ایک ندی
 ، کنارے پر موجود ہے۔ ندی کے چاروں طرف
 بڑے بڑے پہاڑ پھیلے ہوئے تھے۔ تین اطراف کے
 ٹوں کی رنگت تو سرمئی تھی البتہ چوتھی سمت کے
 ٹ کا رنگ سیاہ تھا۔ سیاہ پہاڑ کی چوٹی گولائی کی
 رت میں تھی۔ ندی کا پانی نیلا اور شفاف تھا۔ عمرو
 رحمت بھری نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا

”میرا خیال ہے مجھے یہ ندی عبور کر کے سیاہ پہاڑ
 طرف جانا ہو گا تب یہ طلسم سر ہو گا۔“ عمرو عیار
 ، بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے زنبیل کے کونے
 ، محافظ بونا برآمد ہوا۔

”آقا۔ آپ کا اندازہ بالکل ٹھیک ہے۔ آپ نے اپنی زنبیل سے کشتی نکال کر اس پر بیٹھ کر ۱۲ ندی کو ر کرنا ہے اور پھر سیاہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنا ہے۔“ محافظ بونے نے کہا تو عمرو عیار نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

”پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے کے بعد کیا ہو گا۔“ عمرو عیار نے پوچھا۔

”پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے کے بعد جب یہ طلسم سر ہو جائے گا تو آپ اس غار کے سامنے موجود ہوں گے جس میں چشمِ آہو کی ڈبیہ موجود ہے۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”ٹھیک ہے۔ پھر دیر کس بات کی ہے۔“ عمرو عیار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اگر شیخ چلی نے پانچویں طلسم کا دوسرا حصہ سر کر لیا تو وہ بھی آپ کے ساتھ موجود ہو گا۔“ محافظ بونے نے کہا تو عمرو عیار بے اختیار چونک پڑا۔ شیخ چلی کا خیال تو اس کے دماغ سے نکل ہی گیا تھا۔

”محافظ بونے۔ تم نے کہا تھا کہ ش چلی کے بارے میں تم مجھے اگلے طلسم میں بتاؤ گے۔ اب اس کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔“ عمرو عیار نے کہا۔

”آقا۔ اس طلسم کا وقت کم ہے۔ اگر میں نے آپ کو تفصیل بتانی شروع کر دی تو طلسم کا وقت ختم ہو جائے گا لیکن بات مکمل نہیں ہوگی اس لئے آپ پہلے یہ طلسم سر کر لیں۔ جیسے ہی آپ طلسم سر کر لیں گے تو میں آپ کو اس کے بارے میں بتا دوں گا۔“

محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار نے بُرا سے منہ بنا لیا۔ پھر اس سے پہلے کہ عمرو عیار، محافظ بونے سے کوئی بات کرتا محافظ بونا واپس زنبیل میں چلا گیا تو عمرو عیار نے گھور کر زنبیل کو دیکھا۔

”میرے ساتھ رہتے رہتے یہ بھی چکر باز ہوتا جا رہا ہے۔“ عمرو عیار نے بڑبڑاتے ہوئے کہا پھر اس نے زنبیل سے ایک کشتی نکال کر زمین پر رکھی اور اسے گھسیٹ کر ندی میں ڈال دیا اور اس میں بیٹھ کر عمرو عیار نے چپو چلانے شروع کر دیئے تو کشتی آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی۔ کشتی کا رخ سیاہ پہاڑ کی طرف

تھا۔ کشتی نے تھوڑا سا فاصلہ ہی عبور کیا تھا کہ عمرو عیار کو اپنے بازو شل ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ وہ بے حد تھک گیا تھا۔ عمرو عیار کا دل چاہا کہ وہ چپوؤں کو چھوڑ کر کشتی کو پانی کے بہاؤ پر چھوڑ دے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ جلد سے جلد یہ ندی عبور کرنا چاہتا تھا اس لئے عمرو عیار مسلسل چپو چلاتا رہا۔ کشتی ندی کے درمیان میں پہنچی ہی تھی کہ اچانک پانی میں ہلچل ہونے لگی تو عمرو عیار بے اختیار چونک پڑا اور پانی کی طرف دیکھنے لگا۔

”یہ ندی میں کیا ہو رہا ہے“۔ عمرو عیار نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اب وہ غور سے پانی میں دیکھنے لگا لیکن اسے پانی میں کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا البتہ ہلچل بدستور ہو رہی تھی جس سے عمرو عیار کی کشتی بھی بری طرح ڈگمگا رہی تھی۔

”آقا۔ رکیں مت چپوؤں کو چلاتے رہیں“۔ اچانک عمرو عیار کو محافظ بونے کی آواز سنائی دی تو عمرو عیار بے اختیار ٹھٹکا اور اس نے پھر سے چپوؤں کو چلانا شروع کر دیا۔

”محافظ بونے۔ پانی میں ہلچل کیسی ہے۔“ عمرو عیار

نے چیختے ہوئے پوچھا۔

”آقا۔ یہ سب کچھ آپ کو ڈرانے کے لئے ہے

تاکہ آپ خوفزدہ ہو جائیں اور اس طرح طلسم کا وقت

ختم ہو جائے۔ جب تک آپ ندی کے دوسرے

کنارے تک نہیں پہنچیں گے اسی طرح آپ کو ڈرام

جاتا رہے گا۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہ

تو عمرو عیار نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”کہیں کوئی بلا کشتی کو تو نہیں الٹ دے گی۔“ عمر

عیار نے پوچھا۔

”کوشش تو کریں گی لیکن آپ جلد سے جلد کنارے

تک پہنچنے کی کوشش کریں۔“ محافظ بونے نے جواب

دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار نے ایک بار پھر اثبات

میں سر ہلا دیا۔ محافظ بونے سے باتیں کرنے کے

دوران عمرو عیار مسلسل چپو بھی چلا رہا تھا جس سے

پانی کی سطح پر تیرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی

اتنا بتانے کے بعد محافظ بونے نے اپنا سر واپس زینبا

کے اندر کر لیا تھا۔

ندی میں ابھی تک ہلچل مچی ہوئی تھی اور عمرو عیار کی کشتی ڈمگاتی ہوتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی عمرو عیار مسلسل چپو چلانے میں مصروف تھا۔ یہاں تک کہ پانی کی ایک تیز لہر کشتی سے ٹکرائی تو کشتی کا رخ بدل کر اسی طرف ہو گیا جدھر سے عمرو عیار آیا تھا۔ اس طرف رخ ہوتے ہی کشتی نے تیزی سے آگے بڑھنا شروع کر دیا تو عمرو عیار بوکھلا گیا۔ اس نے چپو چلاتے ہوئے کشتی کا رخ سیاہ پہاڑ کی طرف کیا اور اسے آگے بڑھانے لگا۔ عمرو عیار ندی کا نصف راستہ طے کر آیا تھا اور اب نصف راستہ رہ گیا تھا۔ عمرو عیار کے بازو شل ہوتے جا رہے تھے اور اس کا حلق بھی خشک ہو گیا تھا لیکن اس نے یہ تسلیم نہیں ہاری تھی۔ کشتی مسلسل آگے بڑھنے کی وجہ سے اب ڈمگنا نہیں رہی تھی۔

ابھی عمرو عیار کی کشتی تھوڑی ہی دور گئی تھی کہ اچانک پانی سے ایک بڑے مگرچھ نے سر نکال کر کشتی کو زور دار ٹکڑ ماری تو کشتی ڈمگانے لگی اور اس کا رخ بدل گیا۔ مگرچھ نے ایک بار پھر کشتی کو ٹکڑ مارنے کی

کوئٹش کی لیکن عمرو عیار نے چپو اس کی آنکھ پر مار دیا۔ چپو مگر مچھ کی آنکھ پر لگا تو وہ تڑپتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ عمرو عیار کشتی کا رخ سیاہ پہاڑ کی طرف کر کے تیز تیز چپو چلانے لگا۔ اسی لمحے عمرو عیار کو دور سے پانی کی ایک تیز لہر کشتی کی طرف بڑھتی ہوئی دکھائی دی تو عمرو عیار نے ہونٹ بھیج لئے۔ وہ جانتا تھا کہ لہر ایک بار پھر کشتی سے ٹکرا کر اس کا رخ بدل دے گی یا یہ بھی سکتا ہے کہ اس بار لہر ٹکرانے سے اس کی کشتی الٹ جائے۔ اگر کشتی الٹ گئی تو عمرو عیار یہ طلسم سر نہیں کر سکے گا اور عمرو عیار کی ساری محنت غارت چلی جائے گی۔ عمرو عیار نے ایک بار پھر تیز تیز چپو چلانے شروع کر دیئے۔ پانی کی لہر لمحہ بہ لمحہ عمرو عیار کی کشتی کے قریب آتی جا رہی تھی اور پھر قریب پہنچتے ہی لہر کشتی سے زور سے ٹکرائی تو عمرو عیار کی کشتی لٹو کی طرح گھوم گئی اور عمرو عیار اچھل کر چھپاک کی آواز کے ساتھ ندی میں جا گرا۔ عمرو عیار بوکھلا گیا اور اس کے حلق سے نکلنے والی چیخ پانی میں ہی دب کر رہ گئی۔ چونکہ عمرو عیار کو تیراکی آتی تھی اس

لئے اس نے خود کو سنبھالا اور پانی کی سطح سے سر باہر نکال کر اپنی کشتی کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ کشتی اس سے قدرے فاصلے پر موجود تھی۔

”اوہ۔ کشتی تو دور ہوتی جا رہی ہے۔“ عمرو عیار نے پریشانی کے عالم میں سوچا پھر وہ تیرتا ہوا کشتی کی طرف بڑھنے لگا۔ اسی لمحے عمرو عیار کو ایک مگرچھ اپنی طرف بڑھتا دکھائی دیا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ مگرچھ بھاڑ جیسا منہ پھاڑے عمرو عیار کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

”اوہ۔ یہ کمبخت کہاں سے آ گیا ہے۔“ عمرو عیار نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے اپنا سر پانی میں کیا اور غوطہ لگا کر تیرتا ہوا ایک طرف ہو گیا۔ عمرو عیار کے اس طرح غوطہ لگانے سے مگرچھ اس کے قریب سے گزرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ عمرو عیار سر پانی کے اندر کئے تیرتا ہوا اپنی کشتی کی طرف بڑھنے لگا۔ کشتی پانی میں ڈولتی ہوئی کافی فاصلے پر چلی گئی تھی۔ عمرو عیار کو یہ پریشانی بھی لاحق

تھی کہ اگر طلسم کا وقت ختم ہو گیا تو پھر طلسم اسے باہر پھینک دے گا اور وہ دوبارہ طلسم میں نہیں آ سکے گا۔ عمرو عیار تیزی سے کشتی کی طرف بڑھنے لگا۔ پھر جیسے ہی اسے پانی کی سطح پر کشتی دکھائی دی تو وہ خوش ہو گیا۔ اس نے سطح پر ابھرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں سے کشتی کے کنارے پکڑے اور کشتی میں چڑھنے لگا۔ گو اسے کافی دقت ہو رہی تھی مگر بالآخر وہ کشتی میں چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ کشتی میں پہنچنے کے بعد عمرو عیار چند لمحے کشتی میں پڑا لمبے لمبے سانس لیتا رہا پھر اس نے اٹھ کر چپو سنبھالے اور انہیں تیز تیز چلانے لگا۔ کشتی کا رخ مخالف سمت میں تھا اس لئے عمرو عیار نے پہلے کشتی کا رخ سیاہ پہاڑ کی طرف والے کنارے کی طرف کیا اور چپو چلانا شروع کر دیئے۔ کشتی ایک بار پھر تیزی سے پانی کی سطح پر تیرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ اچانک کشتی کے عقب میں تین مگر مچھوں نے نمودار ہو کر کشتی کو ایک ساتھ ٹکریں ماریں تو کشتی کو ایک زور دار جھٹکا لگا۔ عمرو عیار بوکھلا گیا۔ مگر مچھوں نے اتنی زور سے ٹکریں ماری تھیں کہ

عمرو عیار کو لگا کہ اب کشتی الٹ ہی جائے گی مگر کشتی الٹنے کی بجائے نہایت تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ عمرو عیار نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا تو اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ تینوں مگرچھ انتہائی تیزی سے تیرتے ہوئے کشتی کی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے۔

”ارے بدبخت مگرچھو۔ کیوں میری کشتی کو الٹ کر مجھے طلسم سے باہر نکلوانے پر تل گئے ہو“۔ عمرو عیار نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

تینوں مگرچھ ایک بار پھر انتہائی تیزی سے کشتی سے ٹکرائے تو کشتی یکھٹ پانی سے کئی فٹ اوپر اچھلی اور پھر چھپاک کی آواز کے ساتھ پانی میں آ گری۔ عمرو عیار کی خوش قسمتی تھی کہ کشتی پانی میں گرنے سے الٹی نہیں تھی بلکہ آگے بڑھتی چلی گئی۔ عمرو عیار نے مڑ کر مگرچھوں کی طرف دیکھا تو تینوں مگرچھ پانی کی سطح پر تیزی سے تیرتے ہوئے کشتی کی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ عمرو عیار پر جھلاہٹ طاری ہو گئی۔

”بدبخت مگرچھ تو میری کشتی کے پیچھے ہی پڑ گئے

ہیں۔ میں ان سے کیسے چھٹکارا پاؤں۔“ عمرو عیار نے ہونٹ بھیچتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے تینوں مگر مچھوں نے ایک بار پھر کشتی کو ٹکر ماری تو اس بار کشتی اچھلنے کی بجائے تیر کی طرح آگے بڑھتی چلی گئی۔ کشتی کو اتنی تیزی سے آگے بڑھتے دیکھ کر عمرو عیار خوش ہو گیا۔

”ارے واہ مگر مچھو۔ اگر اسی طرح تم ٹکریں مارتے رہے تو میں جلد ہی کنارے پر پہنچ جاؤں گا۔“ عمرو عیار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کشتی اب سیاہ پہاڑ کے قریب کنارے پر پہنچنے والی تھی۔ اس لئے عمرو عیار پُر جوش ہو کر چپو چلانے لگا۔ گو وہ بے حد تھک گیا تھا مگر وہ ہمت نہیں ہارا تھا۔ اسی لمحے تینوں مگر مچھوں نے پھر کشتی کو ٹکر ماری تو عمرو عیار کشتی سمیت اچھلا اور کشتی سے نکل کر کنارے پر گرا تو اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ کشتی بھی دھڑام سے اس کے قریب ہی کنارے پر گری تھی۔ عمرو عیار تیز سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ندی کے کنارے پر موجود مگر مچھوں کو دیکھنے لگا جو مڑ کر واپس جا رہے تھے۔ اسی لمحے محافظ بونا زنبیل کے

کونے میں نمودار ہوا۔

”آقا۔ مبارک ہو۔ آپ نے کامیابی سے ندی عبور کر لیا ہے۔“ محافظ بونے نے کہا تو عمرو عیار کے چہرے پر خوشی کے تاثرات ابھر آئے۔ اس کا خیال تھا کہ کنارے پر گرنے سے وہ طلسم سر کرنے میں ناکام ہو گیا ہے اس لئے طلسم اسے ابھی باہر پھینک دے گا مگر محافظ بونے کی بات سن کر اسے اطمینان ہو گیا تھا۔

”ندی عبور کرنے میں مگر مچھوں نے بھی میری مدد کی ہے۔ انہوں نے کشتی کو پیچھے سے ٹکریں مار مار کر کنارے تک پہنچایا ہے۔“ عمرو عیار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آقا۔ اب جلدی سے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جائیں کیونکہ طلسم ختم ہونے میں تھوڑا ہی وقت رہ گیا ہے۔“ محافظ بونے نے کہا تو عمرو عیار کھڑا ہو کر سیاہ پہاڑ کی چوٹی کی طرف دیکھنے لگا۔ سیاہ پہاڑ کی چوٹی کافی بلندی پر تھی اور عمرو عیار کو پیدل چل کر اس تک پہنچنا تھا۔

”محافظ بونے۔ یہ چوٹی تو کافی بلندی پر ہے۔“

عمرو عیار نے ہونٹ پھینکتے ہوئے کہا۔

”ہاں آقا۔ لیکن آپ نے اسے سر تو کرنا ہی ہے۔“

محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”محافظ بونے۔ کیا میں سنہری چپلیں پہن کر پہاڑ

پر چڑھ سکتا ہوں۔“ عمرو عیار نے کہا۔ اسے اچانک ہی

سنہری چپلوں کا خیال آ گیا تھا۔

”نہیں آقا۔ آپ کو عام چپلوں کے ساتھ ہی پہاڑ

پر چڑھنا ہو گا۔ اب آپ وقت ضائع نہ کریں اور

پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیں۔“ محافظ بونے نے جواب

دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار نے پہاڑ کی طرف بڑھنا

شروع کر دیا۔ پہاڑ قدرے بلند تھا اور راستے میں کئی

جگہوں پر چھوٹے بڑے پتھر باہر کو ابھرے ہوئے تھے

چنانچہ عمرو عیار جھک کر اور پتھروں کو پکڑ کر پہاڑ پر

چڑھنے لگا۔

”جلدی کریں آقا۔ بہت تھوڑا وقت رہ گیا ہے۔“

اسی لمحے عمرو عیار کو محافظ بونے کی آواز سنائی دی تو

عمرو عیار میں جیسے بجلی بھر گئی۔ وہ جلدی جلدی پہاڑ پر

چڑھنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ

گیا۔ جیسے ہی عمرو عیار نے پہاڑ کی چوٹی پر قدم رکھا تو یلکھت وہاں اندھیرا چھا گیا۔

”آہ۔ عمرو عیار نے پانچویں طلسم کا پہلا حصہ سر کر لیا ہے۔ اگر عمرو عیار کو تھوڑی دیر مزید ہو جاتی تو یہ طلسم عمرو عیار کو اٹھا کر طلسم سے باہر پھینک دیتا۔ اس طلسم کو سر کرنے کا یہی طریقہ تھا کہ عمرو عیار کشتی میں سوار ہو کر مقررہ وقت ختم ہونے پہلے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جائے اور عمرو عیار مقررہ وقت سے پہلے ہی چوٹی پر پہنچ گیا۔“ اسی لمحے عمرو عیار کو انسانی آواز سنائی دی تو عمرو عیار کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی اور وہ دل ہی دل میں خود کو داد دینے لگا۔

جب اندھیرا چھٹا تو شیخ چلی ایک غار نما سرنگ کے سامنے موجود تھا۔ غار نما سرنگ کا دہانہ کھلا ہوا تھا۔ شیخ چلی چند لمحوں تک ہونقوں کی طرح غار نما سرنگ کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے اپنے لباس کی جیب سے چراغ نکال کر چراغ کے جن کو آواز دی۔

”کیا حکم ہے شیخ چلی آقا“۔ چراغ کے جن نے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

”چراغ کے جن۔ میں کہاں ہوں“۔ شیخ چلی نے

پوچھا۔

”آقا۔ تم اب پانچویں طلسم کے دوسرے حصے میں موجود ہو۔ پہلا حصہ عمرو عیار نے سر کر لیا ہے۔“

چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی

بے اختیار اچھل پڑا۔

”عمرو عیار نے پہلا حصہ سر کر لیا ہے۔ اوہ۔ پھر تو وہ چشم آہو والی غار میں چلا گیا ہو گا۔“ شیخ چلی نے پریشان لہجے میں کہا۔

”نہیں شیخ چلی آقا۔ جب تک تم دوسرا حصہ سر نہیں کر لیتے عمرو عیار چشم آہو والی غار میں نہیں جا سکتا۔“ چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

”مجھے بتاؤ کہ یہ کیسا طلسم ہے اور میں اسے کیسے سر کر سکتا ہوں۔“ شیخ چلی نے پوچھا۔

”شیخ چلی آقا۔ تمہیں اس غار نما سرنگ سے نکل کر دوسری طرف میدان میں پہنچنا ہے۔ جیسے ہی تم سرنگ سے نکلو گے تو پانچویں طلسم کا دوسرا حصہ سر ہو جائے گا۔“ چراغ کے جن نے جواب دیا تو شیخ چلی کے چہرے پر ایک بار پھر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

”ارے واہ۔ یہ تو بہت آسان طلسم ہے۔ ٹھیک ہے مزید کچھ پوچھنا ہوا تو میں تم سے پوچھ لوں گا۔ اب میں جلدی سے سرنگ سے گزر کر میدان میں پہنچ جاتا

ہوں۔“ شیخ چلی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے شیخ چلی آقا۔ چراغ کے جن نے کہا تو شیخ چلی نے چراغ اپنے لباس کی جیب میں رکھا اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا غار نما سرنگ میں داخل ہو گیا۔ جیسے ہی شیخ چلی سرنگ میں داخل ہوا تو وہ بے اختیار چونک کر رک گیا کیونکہ سرنگ میں گھپ اندھیرا تھا اور شیخ چلی کو کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

”ارے سرنگ میں تو اندھیرا ہے میں اس سرنگ میں کیسے سفر کر سکتا ہوں۔ اگر مجھے کسی چیز سے ٹھوکر لگ گئی اور میں گر گیا تو میرے دانت بھی ٹوٹ سکتے ہیں۔ میں باہر نکل کر مشعل تلاش کرتا ہوں پھر سرنگ میں سفر کروں گا۔“ شیخ چلی نے حیرت بھرے لہجے میں بڑبڑاتے ہوئے کہا پھر وہ پلٹ کر دہانے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اسی لمحے اسے چراغ کے جن کی آواز سنائی دی۔

”شیخ چلی آقا۔ سرنگ سے باہر مت نکلنا۔“ چراغ کے جن نے کہا تو شیخ چلی اس کی آواز سن کر ایسے رک گیا جیسے اس کے پیر زمین نے جکڑ لئے ہوں۔

”چراغ کے جن۔ میں مشعل تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ سرنگ میں اندھیرا ہے اور مجھے اندھیرے میں سفر کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ تمہیں اسی اندھیرے میں ہی سفر کرنا ہو گا۔ اگر تم سرنگ سے واپس نکلے تو یہ طلسم تمہیں باہر پھینک دے گا اور پھر طلسم میں داخل ہونے کے سارے راستے بند ہو جائیں گے۔“ چراغ کے جن کی آواز سنائی دی تو شیخ چلی پریشان ہو گیا۔

”اوہ۔ پھر میں اندھیرے میں کیسے سفر کروں۔ اگر سرنگ میں کوئی شیر، چیتا یا اژدھا ہوا تو وہ مجھے سالم ہی ہڑپ کر جائے گا۔“ شیخ چلی نے جلدی سے کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ تمہیں اب اندھیرے میں ہی سفر کرنا پڑے گا۔“ چراغ کے جن کی آواز سنائی دی تو شیخ چلی نے ہونٹ بھیچ لئے۔

اسے اندھیرے سے خوف آتا تھا اس لئے وہ اندھیرے میں سفر کرنے کے خیال سے ہی ڈر رہا تھا۔

”چراغ کے جن۔ تم بتاؤ میں اندھیرے میں کیسے سفر کروں۔“ شیخ چلی نے احتجاج بھرے لہجے میں کہا۔

”شیخ چلی آقا۔ یہ سرنگ زیادہ بڑی نہیں ہے اگر تم ہمت سے کام لو تو تم اس سرنگ کو پار کر سکتے ہو۔ طلسم کا وقت شروع ہو چکا ہے اور تم باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ اگر طلسم کا وقت ختم ہو گیا تو تم کبھی بھی شہزادی ماہ جبیں سے شادی نہیں کر سکو گے۔“ چراغ کے جن کی آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ میں تو شہزادی ماہ جبیں کو بھول ہی گیا تھا۔ میں نے اس سے شادی کرنی ہے اس لئے میں یہ اندھیری سرنگ تو کیا اس کے لئے سمندر میں بھی چھلانگ لگا سکتا ہوں۔“ شیخ چلی نے کہا اور پھر اس نے پلٹ کر آہستہ آہستہ اور پھونک پھونک کر قدم اٹھانے شروع کر دیئے۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی اندھا انسان بغیر لاٹھی کے پھونک پھونک کر قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھتا ہے۔ شیخ چلی نے چند قدم ہی اٹھائے تھے کہ اچانک سرنگ میں اسے تیز چیخ کی آواز سنائی دی تو شیخ چلی کے قدم خوف کے مارے رک گئے اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

”کک۔ کک۔ کون ہے۔ کون ہے۔“ شیخ چلی نے لرزیدہ لہجے میں کہا لیکن اسے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب سرنگ میں گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

”ارے میں پوچھ رہا ہوں سرنگ میں کون ہے۔ بولو جواب دو۔“ شیخ چلی نے ایک بار پھر اونچی آواز میں کہا لیکن اس بار بھی اسے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اس سے پہلے کہ شیخ چلی آگے بڑھتا اچانک کسی نے اس کے دائیں کان کے پاس زور دار چیخ ماری تو شیخ چلی کے حلق سے چیخ نکل گئی اور وہ ڈر کے مارے زمین پر پہلو کے بل گر گیا۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔

”کک۔ کک۔ کون ہے یہاں اور مجھے کیوں ڈرا رہا ہے۔“ شیخ چلی نے ہکلاتے ہوئے کہا لیکن ایک بار پھر خاموشی چھا گئی تھی۔ شیخ چلی چند لمحے زمین پر بیٹھا رہا پھر وہ اٹھنے ہی لگا تھا کہ اچانک کسی نے اس کا دایاں پیر پکڑ کر کھینچا تو شیخ چلی دھڑام سے پشت کے بل زمین پر گر گیا اور اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ آنکھیں پھاڑے خوف بھری نظروں سے اندھیرے

میں دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ظاہر ہے اسے اندھیرے میں کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

”کس بد بخت نے میری ٹانگ کھینچی ہے۔ میں اس کے دانت توڑ دوں گا۔“ شیخ چلی نے چیخ کر کہا لیکن اسے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ شیخ چلی دوبارہ اٹھنے لگا تو پھر کسی نے اس کی ٹانگ کھینچ لی اور وہ دوبارہ دھڑام سے پشت کے بل زمین پر گر گیا۔ اس کے حلق سے ایک بار پھر چیخ نکل گئی۔

”کون ہے بد بخت۔ میں اس کے سر پر جوتے مار مار کر اسے گنجا کر دوں گا۔“ شیخ چلی نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا تو جواب میں کوئی زور زور سے ہنسنے لگا۔

”کون ہو تم۔ کیا میں نے تمہیں کوئی لطیفہ سنایا ہے جو تم ہنس رہے ہو۔“ شیخ چلی نے کہا تو ہنسنے کی آواز مزید تیز ہو گئی۔ شیخ چلی پر جھلاہٹ سوار ہو گئی۔ ہنسی کی آوازیں چند لمحوں تک شیخ چلی کو سنائی دیتی رہیں پھر یکدم خاموشی چھا گئی۔

”چراغ کے جن۔ میری مدد کرو۔ مجھے بتاؤ کہ کون ہے جو بار بار میری ٹانگ کھینچ کر مجھے گرا دیتا ہے۔“

شیخ چلی نے چراغ کے جن سے مخاطب ہو کر کہا۔
 ”شیخ چلی آقا۔ یہ ایک بدروح ہے جو تمہارا راستہ
 روکے کھڑی ہے۔ وہ تمہیں آگے جانے نہیں دیتا چاہتی
 اس لئے تمہیں گرا دیتی ہے۔“ شیخ چلی کو چراغ کے
 جن کی آواز سنائی دی تو شیخ چلی خوفزدہ ہو گیا۔

”بب۔ بب۔ بدروح۔ اوہ۔ اب میں کیا کروں۔
 مجھے تو بدروح دکھائی نہیں دے رہی۔“ شیخ چلی نے
 خوف بھرے لہجے میں کہا۔ خوف سے اس کی پیشانی
 پسینے سے شرابور ہو گئی تھی۔

”شیخ چلی آقا۔ تم ڈرو نہیں۔ یہ بدروح تمہیں کچھ
 نہیں کہہ سکتی۔ تم اس سے کہو کہ یہ تمہارے راستے
 سے ہٹ جائے۔ اگر یہ نہ مانے تو تم زمین سے پتھر
 اٹھا کر سامنے کے رخ پر مارنا تو پتھر اسے لگے گا اور
 یہ غائب ہو جائے گی پھر تم آسانی سے آگے بڑھ
 سکتے ہو۔“ شیخ چلی کو چراغ کے جن کی آواز سنائی
 دی۔ چونکہ چراغ کے جن کی آواز صرف شیخ چلی کو
 سنائی دیتی تھی اس لئے شیخ چلی مطمئن تھا کہ بدروح
 نے چراغ کے جن کی آواز نہیں سنی ہو گی۔

”مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تم ایک بدروح ہو اور مجھے آگے جانے سے روکنا چاہتی ہو۔“ شیخ چلی نے اس بار بدروح سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاہاہا۔ ہاں میں بدروح ہوں اور تمہیں آگے نہیں جانے دوں گی۔“ شیخ چلی کو اس بار نسوانی آواز سنائی دی۔

”دیکھو بدروح۔ کیوں میرا راستہ روک رہی ہو۔ کیا تم مرنا چاہتی ہو۔“ شیخ چلی نے کہا تو جواب میں بدروح نے خوفناک انداز میں قہقہہ لگایا تو شیخ چلی کو اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ لئے۔ بدروح چند لمحے ہنستی رہی پھر یکدم خاموشی چھا گئی تو شیخ چلی نے اپنے ہاتھ کانوں سے ہٹا لئے۔

”میرا خیال ہے بدروح مجھ سے ڈر کر بھاگ گئی ہے۔ اب مجھے آگے بڑھنا چاہئے۔“ شیخ چلی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا پھر وہ کھڑا ہوا ہی تھا کہ اسی لمحے بدروح نے اس کی ٹانگ کھینچ لی اور شیخ چلی دھڑام سے پہلو کے بل زمین پر گر گیا۔ اس کے حلق سے

چنچ نکل گئی اور وہ بدروح کو کوسنے لگا۔

”بدبخت۔ تم ابھی تک یہیں کھڑی ہو۔ ابھی میں تمہیں سبق سکھاتا ہوں۔“ شیخ چلی نے کراہتے ہوئے کہا پھر اس نے لیٹے لیٹے ہی زمین پر ادھر ادھر ہاتھ مارے تو ایک بڑا سا پتھر اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ شیخ چلی اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”اب دیکھتا ہوں تم کیسے میرے راستے سے نہیں ہٹتی۔“ شیخ چلی نے بھنائے ہوئے کہا پھر اس نے اندازے سے سامنے کی طرف پتھر کھینچ کر مارا تو اسی لمحے شیخ چلی کو دردناک چنچ سنائی دی اور پھر خاموشی چھا گئی۔

”چراغ کے جن۔ کیا بدروح بھاگ گئی ہے۔“ شیخ چلی نے چراغ کے جن سے پوچھا۔

”ہاں شیخ چلی آقا۔ بدروح بھاگ گئی ہے۔ اب تم اپنا سفر شروع کر دو کیونکہ طلسم کا کافی وقت گزر چکا ہے۔“ شیخ چلی کو چراغ کے جن کی آواز سنائی دی تو شیخ چلی نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر کھڑے ہو کر آگے بڑھنے لگا۔ ابھی اس نے چند قدم ہی اٹھائے

تھے کہ اسے چراغ کے جن کی آواز سنائی دی۔
 ”رک جاؤ شیخ چلی آقا۔“ چراغ کے جن نے تیز
 لہجے میں کہا تو شیخ چلی یکدم رک گیا۔

”کیا ہوا چراغ کے جن۔ کیا بدروح واپس آ گئی
 ہے۔“ شیخ چلی نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”نہیں شیخ چلی آقا۔ بدروح تو واپس نہیں آئی البتہ
 تم غلط راستے پر چل پڑے ہو۔ تم طلسم سر کرنے کی
 بجائے واپس سرنگ کے وہانے کی طرف جا رہے ہو۔“
 شیخ چلی کو چراغ کے جن نے جواب دیتے ہوئے کہا
 تو شیخ چلی گڑبڑا گیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ تمہارا شکریہ چراغ کے جن۔ اگر تم مجھے
 نہ بتاتے تو میں سرنگ سے باہر نکل جاتا۔ اندھیرے
 میں مجھے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا۔“ شیخ چلی نے
 کہا اور پھر مڑ کر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ شیخ
 چلی تھوڑی ہی دور پہنچا تھا کہ اچانک شیخ چلی کو ٹھوکر
 لگی اور وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے دھڑام
 سے منہ کے بل زمین پر گر گیا۔ اس کے حلق سے چیخ
 نکل گئی اور وہ تیزی سے اٹھ کر اپنے دانتوں کو ہاتھ لگا

کرچیک کرنے لگا۔

”شکر ہے۔ میرے دانت صحیح سلامت ہیں۔ اگر ایک دانت بھی ٹوٹ جاتا تو شہزادی ماہ جبیں نے مجھ سے شادی نہیں کرنی تھی۔ پتہ نہیں مشکل طلسمات میرے حصے میں کیوں آئے ہیں اگر یہ آسان طلسم ہوتا تو میں بھی عمرو عیار کی طرح اب تک یہ طلسم سر کر چکا ہوتا۔“ شیخ چلی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا پھر اس نے اٹھ کر آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد اچانک سرنگ میں خوفناک آوازیں گونجنا شروع ہو گئیں تو شیخ چلی خوفزدہ ہو گیا۔

”شیخ چلی آقا۔ رکو نہیں۔ تمہیں ڈرانے اور روکنے کے لئے بدروحیں مل کر چیخ رہی ہیں۔ اگر تم ڈر کر رک گئے تو طلسم کا وقت ختم ہو جائے گا۔“ شیخ چلی کو چراغ کے جن کی آواز سنائی دی تو شیخ چلی بدروحوں کا سن کر خوفزدہ ہو گیا۔

”اوہ۔ کہیں یہ بدروحیں مجھے نقصان نہ پہنچائیں۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”نہیں شیخ چلی آقا۔ یہ صرف تمہیں ڈرانے کے

لئے آئی ہیں۔ یہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گی۔ تم اپنا سفر جاری رکھو۔ بس تھوڑا سا سفر رہ گیا ہے۔“ چراغ کے جن کی آواز سنائی دی تو شیخ چلی کا حوصلہ بڑھ گیا۔ وہ آہستہ آہستہ پھر آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑا سفر طے کرنے کے بعد شیخ چلی کو سرنگ میں روشنی دکھائی دی تو اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ پھر اس کے قدموں میں تیزی آتی گئی اور جیسے جیسے شیخ چلی آگے بڑھتا رہا سرنگ میں روشنی تیز ہوتی گئی اور پھر تھوڑی دیر بعد شیخ چلی کو سرنگ کا دہانہ دکھائی دیا تو شیخ چلی خوشی کے مارے اچھل پڑا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے سرنگ کے دہانے کی طرف دوڑ لگا دی۔ جیسے ہی شیخ چلی سرنگ سے باہر نکلا تو یکلخت اندھیرا پھیل گیا جس کی وجہ سے شیخ چلی کو رکنا پڑ گیا۔

”آہ۔ شیخ چلی نے پانچویں طلسم کا دوسرا حصہ سر کر لیا ہے۔ اس طلسم کو سر کرنے کا یہی طریقہ تھا تاریک سرنگ میں سفر کیا جائے۔“ اسی لمحے شیخ چلی کو ایک انسانی آواز سنائی دی تو شیخ چلی اندھیرے میں قلقاریاں مارنے لگا۔

کافی دیر ہو گئی تھی لیکن اندھیرا نہ چھٹا تو عمرو عیار پر جھلاہٹ طاری ہو گئی۔

”آخر یہ اندھیرا کب ختم ہو گا۔“ عمرو عیار نے جھلاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے محافظ بونا زنبیل کے کونے سے برآمد ہو گیا۔ چونکہ وہ طلسمی بونا تھا اس لئے وہ عمرو عیار کو صاف دکھائی دے رہا تھا۔

”محافظ بونے۔ اندھیرا ختم کیوں نہیں ہو رہا۔“ عمرو عیار نے محافظ بونے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”آقا۔ جیسے ہی شیخ چلی پانچویں طلسم کا دوسرا حصہ سر کر لے گا تو یہ اندھیرا ختم ہو جائے گا اور وہ یہاں پہنچ جائے گا۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار نے ہونٹ بھیجنے لئے۔

”کیا شیخ چلی ابھی تک طلسم میں پھنسا ہوا ہے۔“

عمرو عیار نے پوچھا۔

”نہیں آقا۔ شیخ چلی نے طلسم سر کر لیا ہے۔“ محافظ

بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر وہ ابھی تک یہاں کیوں نہیں پہنچا؟“ عمرو عیار

نے کہا۔ اس پر بدستور جھلاہٹ طاری تھی۔

”آقا۔ تھوڑا سا انتظار کر لیں۔ بس وہ پہنچنے ہی

والا ہے۔ جیسے ہی وہ یہاں پہنچے گا تو اندھیرا چھٹ

جائے گا۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

پھر اچانک عمرو عیار کو کچھ یاد آیا تو اس نے محافظ

بونے کی طرف دیکھنے لگا۔

”محافظ بونے۔ تم نے شیخ چلی کے بارے میں کچھ

بتانا تھا۔“ عمرو عیار نے کہا۔

”ہاں آقا۔ مجھے یاد ہے۔ میں وہی بتانے آیا

ہوں۔“ محافظ بونے نے جواب دیا اور پھر اس نے

مختصر طور پر عمرو عیار کو شیخ چلی کے بارے میں بتا دیا۔

شیخ چلی کے متعلق سن کر عمرو عیار کے چہرے پر حیرت

کے تاثرات ابھر آئے۔

”عجیب احمق انسان ہے۔“ عمرو عیار نے حیران ہو کر کہا۔

”آقا۔ آپ کو ایک اور بات بتا دوں۔“ محافظ بونے نے کہا تو عمرو عیار بے اختیار چونک پڑا۔

”کیا۔“ عمرو عیار نے پوچھا۔

”آقا۔ چونکہ آپ اور شیخ چلی دونوں نے مل کر طلسمات سر کئے ہیں اس لئے اب اصول کے مطابق آپ دونوں شہزادی ماہ جبین کی ایک ایک آنکھ لے کر ریاست سلجوق جائیں گے اور دونوں نے اکٹھے ہی چشم آہو شہزادی ماہ جبین کی آنکھوں پر لگانی ہوں گی تب شہزادی ٹھیک ہو گی اور ریاست سلجوق بھی اصل حالت میں واپس آ جائے گی۔“ محافظ بونے نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمرو عیار نے ہونٹ بھیچ لئے۔ پھر اس سے پہلے کہ عمرو عیار، محافظ بونے سے شیخ چلی کے متعلق مزید کوئی بات پوچھتا اچانک اندھیرا چھٹ گیا تو عمرو عیار بے اختیار چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ ایک غار کے سامنے موجود تھا جس کے دائیں بائیں چھوٹی بڑی چٹانیں بکھری پڑی تھیں جبکہ اس کے عقب

میں میدان تھا۔ چونکہ وہاں چٹانیں بکھری پڑی تھیں اس لئے عمرو عیار کو میدان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ عمرو عیار غار کی طرف دیکھنے میں لگن تھا کہ اچانک اسے دائیں طرف سے آہٹ سنائی دی تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے گردن موڑ کر دائیں طرف دیکھا تو ایک بار پھر چونک پڑا۔ اس کے دائیں طرف شیخ چلی موجود تھا جس کے چہرے پر حماقتوں کی آبشار بہہ رہی تھی۔ شیخ چلی، عمرو عیار کے قریب ہی کھڑا ہونقوں کی مانند ادھر ادھر دیکھ رہا تھا پھر اس کی نظر بھی عمرو عیار پر پڑی تو وہ ایسے اچھل پڑا جیسے اس کے پاؤں پر گرز مار دیا گیا ہو۔ وہ ایسی نظروں سے عمرو عیار کو دیکھ رہا تھا تھا جیسے عمرو عیار دنیا کا ساتواں عجوبہ ہو۔

”ارے عمرو بھائی“۔ شیخ چلی نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ دوسرے ہی لمحے وہ دونوں بازو پھیلانے عمرو عیار سے لپٹ گیا تو عمرو عیار کی حیرت میں اضافہ ہو گیا۔

”ارے ارے کیا کر رہے ہو؟“۔ عمرو عیار نے بوکھلائے ہوئے کہا۔

”عمرو بھائی۔ تم سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہو رہی ہے۔ تمہاری شہرت ہمارے گاؤں پہلی والا میں بھی پھیلی ہوئی ہے۔ گاؤں کا بچہ بچہ تمہارے بارے میں جانتا ہے۔“ شیخ چلی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ ابھی تک عمرو عیار سے لپٹا ہوا تھا اور عمرو عیار کو بے حد کوفت ہو رہی تھی۔ وہ شیخ چلی کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن شیخ چلی اس سے ایسے لپٹا ہوا تھا جیسے دونوں کافی عرصہ بچھڑنے کے بعد مل رہے ہوں۔

”اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ اب مجھے تو چھوڑ دو۔“ عمرو عیار نے کہا تو شیخ چلی کھسیانے انداز میں ہنستا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

”عمرو بھائی۔ میں نے سنا ہے کہ تمہارے پاس زنبیل ہے جس میں تم اپنا خزانہ رکھتے ہو۔ میں تمہاری زنبیل دیکھنا چاہتا ہوں کیا تم مجھے اپنی زنبیل دکھا سکتے ہو۔“ شیخ چلی نے کہا تو عمرو عیار نے گھبرا کر زنبیل مضبوطی سے پکڑ لی جیسے اسے خدشہ ہو کہ کہیں شیخ چلی اس سے زنبیل چھین نہ لے۔

”دیکھو شیخ چلی۔ میں تمہیں اپنی زنبیل دکھا دوں گا لیکن ابھی نہیں۔ ہم نے شہزادی ماہِ جبیں کی آنکھوں پر چشم آہو لگانی ہیں تاکہ وہ ٹھیک ہو جائے اور اس کی ریاست بھی واپس اصلی حالت میں آ جائے۔ پھر تم نے شہزادی ماہِ جبیں سے شادی بھی تو کرنی ہے نا۔“ عمرو عیار نے مسکراتے ہوئے کہا تو شیخ چلی چونک پڑا۔ ”ہاں ہاں۔ میں نے شہزادی ماہِ جبیں سے شادی کرنی ہے مگر تمہیں کیسے پتہ چلا عمرو بھائی۔“ شیخ چلی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمرو عیار کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

”بس مجھے پتہ چل گیا ہے۔ آؤ اب ہم غار سے چشم آہو حاصل کر لیں۔ ہم دونوں نے اکٹھے ہی چشم آہو شہزادی کی آنکھوں پر لگانی ہیں ورنہ شہزادی ماہِ جبیں ٹھیک نہیں ہو سکے گی۔“ عمرو عیار نے کہا تو شیخ چلی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”چلو عمرو بھائی۔“ شیخ چلی نے کہا اور پھر اس نے عمرو عیار کا دایاں ہاتھ پکڑ کر غار کی طرف قدم بڑھائے تو عمرو عیار کو بھی ناچار اس کے ساتھ چلنا

پڑا۔ شیخ چلی نے عمرو عیار کا ہاتھ ایسے پکڑا ہوا تھا جیسے عمرو عیار اس کا گہرا دوست ہو۔ عمرو عیار کو کوفت تو ہو رہی تھی لیکن اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش نہیں کی۔ عمرو عیار نے محافظ بونے کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری ہوئی تھی۔ پھر عمرو عیار اور شیخ چلی دونوں ہی غار میں داخل ہو گئے۔ یہ ایک چھوٹا سا غار تھا جس میں ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ غار کے درمیان میں ایک بڑا سا پتھر پڑا ہوا تھا جس پر ایک چھوٹا سا صندوق پڑا ہوا تھا۔

”شہزادی ماہ جبیں کی آنکھیں کہاں ہیں“۔ شیخ چلی نے غار میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”شہزادی ماہ جبیں کی آنکھیں اسی صندوق میں ہوں گی۔ میں دیکھتا ہوں“۔ عمرو عیار نے جواب دیتے ہوئے کہا پھر آگے بڑھ کر صندوق کو کھول کر وہ اندر جھانکنے لگا۔ عمرو عیار کو صندوق میں ایک ڈبیہ پڑی دکھائی دی تو اس نے اسے اٹھا لیا۔

”عمرو بھائی۔ یہ ڈبیہ کیسی ہے“۔ شیخ چلی نے عمرو عیار کے قریب آ کر پوچھا۔

”اس میں شہزادی ماہ جبیں کی آنکھیں ہیں۔“ عمرو عیار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”زرا مجھے بھی دکھاؤ۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں میری ہونے والی بیوی کی آنکھیں کیسی ہیں۔“ شیخ چلی نے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

”کیا تم نے کبھی ہرنی کی آنکھیں دیکھی ہیں۔“ عمرو عیار نے پوچھا۔

”ہرنی کی آنکھیں۔ نہیں میں نے ہرنی کی آنکھیں کبھی نہیں دیکھی۔“ شیخ چلی نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”شہزادی ماہ جبیں کی آنکھیں بھی ہرنی کی آنکھوں جیسی ہیں۔“ عمرو عیار نے کہا تو شیخ چلی حیران رہ گیا۔

”کک۔ کک۔ کیا مطلب۔ کیا شہزادی ماہ جبیں کی اپنی آنکھیں نہیں ہیں۔“ شیخ چلی نے ہکلاتے ہوئے

حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمرو عیار کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ محافظ بونے نے شیخ چلی کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا شیخ چلی ویسا ہی احمق ثابت ہوا تھا۔ عمرو عیار حیران بھی تھا کہ شیخ چلی نے

جادوگروں، دیوؤں، جنوں اور چڑیلوں کو کیسے ہلاک کیا ہو گا۔ یہ تو خود بہت بڑا احمق دکھائی دے رہا ہے۔

”عمرو بھائی۔ کیا سوچ رہے ہو۔“ شیخ چلی نے کہا۔

تو عمرو عیار بے اختیار چونک پڑا۔

”کچھ نہیں۔“ عمرو عیار نے کہا۔

”عمرو بھائی۔ میں نے پوچھا ہے کہ کیا شہزادی ماہ

جبیں کی اپنی آنکھیں نہیں ہیں۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”شیخ چلی۔ اس ڈبیہ میں موجود آنکھیں شہزادی ماہ

جبیں کی ہیں البتہ یہ آنکھیں اتنی خوبصورت ہیں جیسی

ہرنی کی ہوتی ہیں اس لئے میں نے کہا کہ شہزادی ماہ

جبیں کی آنکھیں ہرنی کی آنکھوں جیسی ہیں۔“ عمرو عیار

نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی اپنا سر ایسے

ہلانے لگا جیسے عمرو عیار کی بات اسے سمجھ آ گئی ہو۔

”ارے واہ۔ پھر تو میں اپنی ہونے والی بیوی کی

آنکھیں ضرور دیکھنا چاہوں گا۔ ذرا دکھاؤ مجھے۔“ شیخ

چلی نے کہا۔

”ابھی نہیں۔ میں ریاست سلجوق کے شاہی محل میں

شہزادی ماہ جبیں کے پاس پہنچ کر یہ ڈبیہ کھولوں گا۔

مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے ڈبیہ سے ایک آنکھ نکال کر تمہیں دے دی تو ہو سکتا ہے تم سے کہیں گر جائے۔ اس لئے میں یہ رسک نہیں لے سکتا۔“ عمرو عیار نے ڈبیہ اپنے لباس کی جیب میں رکھتے ہوئے کہا تو شیخ چلی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”تو پھر چلو عمرو بھائی۔ دیر کیوں کر رہے ہو۔“

شیخ چلی نے بے تاب سے لہجے میں کہا۔

”مجھے پہلے ریاست سلجوق کے بارے میں معلوم کرنا

ہو گا۔“ عمرو عیار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر معلوم کرو نا عمرو بھائی۔“ شیخ چلی نے بے

چین ہوتے ہوئے کہا جیسے اسے بہت جلدی ہو۔ شیخ

چلی کی بے چینی دیکھ کر عمرو عیار کے چہرے پر

مسکراہٹ ابھر آئی۔ اسی لمحے زنبیل کے کونے سے

محافظ بونا برآمد ہوا۔

”آقا۔ ریاست سلجوق اس غار کے عقب میں واقع

ہے۔“ محافظ بونا نے کہا تو عمرو عیار نے بے اختیار

چونک کر زنبیل کی طرف دیکھا۔ یہ بات بتا کر محافظ

بونا واپس زنبیل میں چلا گیا تھا۔

”عمرو بھائی کیا سوچ رہے ہو۔ ریاست سلجوق کے بارے میں معلوم کرو نا۔“ شیخ چلی نے کہا تو عمرو عیار نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

”مجھے ریاست سلجوق کے بارے میں معلوم ہے۔“ آؤ۔ عمرو عیار نے کہا اور غار کے دہانے کی طرف بڑھنے لگا تو شیخ چلی بھی اس کے پیچھے چل دیا۔

”مجھے ریاست سلجوق کے بارے میں یاد آ گیا ہے۔“ آؤ۔ عمرو عیار نے کہا اور غار کے دہانے کی طرف بڑھنے لگا تو شیخ چلی بھی اس کے پیچھے چل دیا۔

”عمرو بھائی۔ ابھی تم نے کہا تھا کہ تمہیں ریاست سلجوق کے بارے میں معلوم نہیں ہے اور اب تم کہہ رہے ہو کہ تمہیں معلوم ہے۔ میں کچھ سمجھا نہیں۔“ غار سے باہر نکلنے کے بعد شیخ چلی نے عمرو عیار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔

”میں نے تم سے مذاق کیا تھا۔ اب تم خاموش ہو جاؤ کیونکہ ہم ریاست سلجوق میں قدم رکھنے والے ہیں۔ اگر شہزادی ماہ جبیں کو پتہ چل گیا کہ اس کا ہونے والا شوہر احمق ہونے کے ساتھ ساتھ باتونی بھی

ہے تو وہ تم سے شادی کرنے سے انکار بھی کر سکتی ہے۔“ عمرو عیار نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا کیونکہ اسے شیخ چلی کی باتوں سے کوفت محسوس ہو رہی تھی کیونکہ شیخ چلی بہت زیادہ بولتا تھا۔

”اوہ۔ شہزادی ماہ جبیں تو بے ہوش ہے پھر وہ کیسے سن سکتی ہے۔“ شیخ چلی نے حیران ہوتے ہوئے کہا تو عمرو عیار جھنجلا گیا۔

”وہ بے ہوش ہے مگر سن سکتی ہے اس لئے اب خاموش ہو جاؤ۔“ عمرو عیار نے جھلاہٹ بھرے لہجے میں کہا تو شیخ چلی نے اپنے منہ پر انگلی رکھ لی۔ پھر عمرو عیار، شیخ چلی کو لئے غار کے ساتھ پڑے پتھروں پر چڑھتے ہوئے ایک چٹان پر پہنچا تو وہ دونوں رک گئے۔ ان کے چہروں پر حیرت کے تاثرات ابھرے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے بہت بڑا میدان تھا اور میدان کی سائیڈوں پر اور درمیان میں کچے کچے مکانات بنے ہوئے تھے جبکہ میدان کے ایک کونے میں ایک بہت بڑا محل دکھائی دے رہا تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ ان دونوں کو لوگ بھی دکھائی دے رہے

تھے جو ساکت تھے۔ کوئی پیدل چلتے ہوئے ساکت تھا، کوئی گھوڑے پر سوار تھا تو کئی لوگ پتھروں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انسانوں اور جانوروں سمیت ہر چیز ساکت دکھائی دے رہی تھی۔

”ارے یہ سب لوگ بت کیوں بنے ہوئے ہیں۔“ شیخ چلی نے حیرت بھرے لہجے میں عمرو عیار سے پوچھا۔

”ان لوگوں کو زرنگا جادوگر نے اپنے جادو سے ساکت کیا ہوا ہے۔ کیا تمہیں تمہارے چراغ کے جن نے ریاست سلجوق کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔“ عمرو عیار نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی اچھل پڑا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

”کک۔ کک۔ کیا تم چراغ کے جن کے بارے میں جانتے ہو۔ اوہ۔ اوہ۔“ شیخ چلی نے کہا تو عمرو عیار کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

”ہاں۔ میں جانتا ہوں۔ آؤ۔“ عمرو عیار نے جواب دیتے ہوئے کہا پھر وہ میدان کی طرف بڑھنے لگا۔ شیخ چلی چند لمحے حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف

دیکھتا رہا پھر وہ بھی اس کے پیچھے بڑھ گیا۔ عمرو عیار اور شیخ چلی ساکت لوگوں کو دیکھتے ہوئے شاہی محل کی طرف بڑھ رہے تھے۔ شیخ چلی کو ساکت لوگوں سے خوف محسوس ہو رہا تھا اس لئے وہ کسی کے قریب بھی نہیں گیا تھا اور عمرو عیار کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد عمرو عیار اور شیخ چلی دونوں شاہی محل میں پہنچ گئے۔ دربار میں ایک تخت پر ایک بادشاہ اور ملکہ ساکت حالت میں موجود تھے جبکہ اس کے عقب میں دو دربان پنکھ لئے ساکت حالت میں کھڑے تھے۔ یہاں تک کہ دربار کی کینریں اور دربان بھی ادھر ادھر ساکت حالت میں موجود تھے۔ جو ماضی میں جس حالت میں چل پھر رہا تھا اب وہ اسی حالت میں ہی موجود تھا۔ شیخ چلی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان سب کو دیکھ رہا تھا۔

”عمرو بھائی۔ ان میں شہزادی ماہ جبین کون ہے۔“
 شیخ چلی نے کینروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

”ان میں شہزادی ماہ جبین موجود نہیں ہے۔ کیونکہ

شہزادی ماہ جبیں کی آنکھیں نہیں ہیں جبکہ ان لڑکیوں کی آنکھیں ہیں۔ آؤ شہزادی ماہ جبیں کو تلاش کریں۔“
 عمرو عیار نے جواب دیتے ہوئے کہا پھر وہ دونوں شہزادی ماہ جبیں کو تلاش کرنے لگے جو انہیں ایک کمرے میں مل گئی۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے شاہی لباس پہنا ہوا تھا اور اس کے سر پر سونے کا ایک تاج تھا۔ اس کی آنکھوں کی جگہ خلا تھے جیسے دونوں آنکھیں پلکوں اور بھنوں سمیت نکال دی گئی ہوں۔

”عمرو بھائی۔ یہی شہزادی ماہ جبیں ہے میری ہونے والی بیوی۔“ شیخ چلی نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔ عمرو عیار نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر عمرو عیار اس کا ہاتھ پکڑے شہزادی ماہ جبیں کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اپنے لباس کی جیب سے ڈبیہ نکالی اور اسے کھول دیا۔ اس ڈبیہ میں دو خوبصورت آنکھیں موجود تھیں۔ دونوں آنکھیں واقعی ہرنی کی آنکھوں کی طرح خوبصورت تھیں۔ شیخ چلی مسرت بھری نظروں سے ان آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔

”دائیں آنکھ اٹھا لو۔“ عمرو عیار نے شیخ چلی سے کہا تو شیخ چلی نے جلدی سے دائیں آنکھ اٹھا لی جبکہ بائیں آنکھ عمرو عیار نے اٹھا لی تھی۔ پھر خالی ڈبیہ عمرو عیار نے ایک طرف میز پر رکھ دی۔

”شیخ چلی۔ تم میرے ساتھ شہزادی ماہ جبین کی رائیں آنکھ اس کی دائیں آنکھ کی جگہ پر لگاؤ گے جبکہ میں بائیں آنکھ اس کی بائیں آنکھ کی جگہ پر لگاؤں گا۔“ عمرو عیار نے کہا تو دونوں نے ایک ساتھ شہزادی ماہ جبین کی دونوں آنکھیں اس کی آنکھوں کے جگہ پر لگا دیں۔ دوسرے ہی لمحے ایک جھماکہ ہوا اور شہزادی ماہ جبین اصلی حالت میں آ گئی۔ شہزادی ماہ جبین نے جب عمرو عیار اور شیخ چلی کو دیکھا تو وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”تم دونوں کون ہو اور ہمارے کمرے میں کیا کر رہے ہو۔“ شہزادی ماہ جبین نے حیران ہو کر پوچھا۔

”میرا نام شیخ چلی ہے اور یہ عمرو عیار ہے۔ ہم دونوں نے مل کر تمہاری آنکھوں کے گڑھوں پر تمہاری

آنکھیں لگائی ہیں۔ اس سے پہلے کہ عمرو عیار کوئی جواب دیتا شیخ چلی نے جلدی سے کہا تو عمرو عیار نے ہونٹ بھینچ لئے۔

”اوہ۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔ کیا میں واقعی ٹھیک ہو گئی ہوں۔“ شہزادی ماہ جبیں نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں شہزادی ماہ جبیں۔ نہ صرف آپ ٹھیک ہو گئی ہیں بلکہ آپ کی ریاست بھی اصلی حالت میں آ گئی ہے۔“ اس بار عمرو عیار نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شہزادی ماہ جبیں کی خوشی میں اضافہ ہو گیا۔

”وہ۔ وہ زرنگا جادوگر۔ وہ کہاں ہے۔ اوہ۔ اوہ۔ اگر اسے معلوم ہو گیا تو وہ یہاں آ جائے گا۔“ شہزادی ماہ جبیں نے یکدم پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”شہزادی صاحبہ۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ زرنگا جادوگر مر چکا ہے۔“ عمرو عیار نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شہزادی ماہ جبیں کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ اس سے پہلے کہ ان کے درمیان مزید کوئی بات ہوتی اسی لمحے کمرے میں شاہ ارحان

اور ملکہ عالیہ داخل ہوئے۔ ان کے چہروں پر بھی خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات ابھرے ہوئے تھے۔ عمرو عیار نے زرنگا جادوگر کے طلسمات سر کرنے سے لے کر شہزادی ماہ جبین کی آنکھیں حاصل کرنے اور شاہی محل میں پہنچنے تک کی تفصیل بتا دی تو شاہ ارحان اور ملکہ حیرت بے حد خوش ہوئے۔

”عمرو عیار اور شیخ چلی۔ تم دونوں نے ہمیں زرنگا جادوگر کے جادو سے نجات دلا کر ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ گو کہ ہماری ریاست ماضی کی ریاست ہے لیکن پھر بھی ہم بے حد خوش ہیں اور اس کارنامے کا تم دونوں کو انعام بھی دیا جائے گا۔“ شاہ ارحان نے کہا تو عمرو عیار اور شیخ چلی دونوں خوش ہو گئے۔ پھر وہ سب شہزادی ماہ جبین کے کمرے سے نکل کر دربار میں آ گئے۔ شاہ ارحان، ملکہ عالیہ اور شہزادی تو تخت پر جبکہ عمرو عیار اور شیخ چلی تخت کے بائیں طرف رکھی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ شیخ چلی مسلسل شہزادی ماہ جبین کو دیکھ رہا تھا۔ شاہ ارحان نے تالی بجائی تو ایک دربان حاضر ہو گیا۔ شاہ ارحان نے اسے ہیرے لانے

کی ہدایت کی تو وہ جلد ہی گیند نما دو ہیرے لے کر آ گیا۔

”عمرو عیار یہ ایک ہیرا تمہارے لئے اور شیخ چلی یہ دوسرا ہیرا تمہارے لئے ہماری طرف سے انعام ہے۔ انہیں قبول کرو۔ یہ انتہائی قیمتی ہیرے ہیں۔“ شاہ ارحان نے عمرو عیار اور شیخ چلی سے مخاطب ہو کر کہا تو ان دونوں نے شاہ ارحان سے ہیرے لے لئے۔ عمرو عیار کے چہرے پر تو خوشی کے تاثرات ابھرے ہوئے تھے جبکہ شیخ چلی نے منہ بنا لیا تھا۔

”کیا بات ہے شیخ چلی۔ کیا تمہیں ہیرا پسند نہیں آیا۔“ شاہ ارحان نے شیخ چلی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”بادشاہ سلامت۔ ہیرا تو پسند آیا ہے مگر مجھے کچھ اور بھی چاہئے۔“ شیخ چلی نے کہا تو وہاں موجود سب افراد بے اختیار چونک پڑے۔

”تمہیں اور کیا چاہئے شیخ چلی۔ بتاؤ۔“ شاہ ارحان نے کہا۔

”بادشاہ سلامت۔ آپ پہلے وعدہ کریں کہ جو میں

مانگوں گا آپ مجھے دیں گے۔“ شیخ چلی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”ہم وعدہ تو نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر ہمارے بس میں ہوا تو ضرور دیا جائے گا۔“ شاہ ارحان نے کہا۔

”بادشاہ سلامت۔ آپ کے بس میں ہے۔ میں شہزادی ماہ جبیں سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“ شیخ چلی نے کہا تو شاہ ارحان، ملکہ عالیہ اور شہزادی ماہ جبیں حیران رہ گئے جبکہ عمرو عیار کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

”یہ نہیں ہو سکتا شیخ چلی۔“ شاہ ارحان نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو شیخ چلی کے چہرے پر مایوسی کے تاثرات ابھر آئے۔

”بادشاہ سلامت۔ یہ کیوں نہیں ہو سکتا۔ کیا میں خوبصورت اور نوجوان نہیں ہوں یا میرے سر پر سینک ہیں۔“ شیخ چلی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”دیکھو شیخ چلی۔ چونکہ ہماری ریاست ماضی کی ریاست ہے اور تم حال میں رہتے ہو۔ تم تو یہاں سے واپس حال میں جا سکتے ہو مگر شہزادی ماہ جبیں نہیں

جا سکتی۔ ہاں البتہ ایک شرط ہے اگر تم مان لو۔ شاہ ارحان نے کہا۔

”شرط۔ کیا شرط ہے۔ مجھے شہزادی ماہ جبیں کے لئے ہر شرط قبول ہے۔“ شیخ چلی نے جلدی سے کہا۔ اس کا انداز ایسے تھا جیسے اسے خدشہ ہو کہ کہیں شاہ ارحان اپنا ارادہ بدل نہ دیں۔

”شیخ چلی۔ شرط یہ ہے کہ شہزادی ماہ جبیں سے شادی کرنے کے بعد تمہیں یہیں ہمارے ساتھ رہنا ہو گا۔ اگر تمہیں یہ منظور ہے تو ہم تمہاری شادی شہزادی ماہ جبیں سے کرنے کے لئے تیار ہیں۔“ شاہ ارحان نے کہا تو شیخ چلی پریشان ہو گیا۔

”اوہ۔ میں یہاں کیسے رہ سکتا ہوں۔ مجھے تو میری اماں یہاں رہنے کی کبھی اجازت نہیں دے گی۔ وہ تو مار مار کر میرا بھرکس نکال دے گی۔“ شیخ چلی نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تو پھر یہ شادی نہیں ہو سکتی۔“ شاہ ارحان نے کہا۔

”کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اگر میں اپنی اماں اور مگو کو

یہاں لے آؤں۔“ شیخ چلی نے پوچھا۔

”ہاں لے آؤ۔“ شاہ ارحان نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی خوش ہو گیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں اپنی اماں اور مگو کو لے آتا ہوں۔“ شیخ چلی نے مسرت بھرے لہجے میں کہا تو شاہ ارحان نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر عمرو عیار اور شیخ چلی نے شاہ ارحان سے اجازت لی اور شاہی محل سے باہر آ گئے۔ عمرو عیار نے ہیرا اپنی زنبیل میں جبکہ شیخ چلی نے اپنے لباس کی جیب میں رکھ لیا تھا۔

”اچھا عمرو بھائی۔ میں تو اپنے گاؤں جا رہا ہوں تاکہ میں اماں اور مگو کو یہاں لے آؤں لیکن تم وعدہ کرو کہ تم میری شادی پر ضرور آؤ گے۔“ شیخ چلی نے عمرو عیار سے مخاطب ہو کر کہا تو عمرو عیار مسکرا دیا۔

”ٹھیک ہے۔ جب تمہاری شادی ہو تو مجھے بتا دینا میں ضرور آؤں گا۔“ عمرو عیار نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو شیخ چلی بھی خوش ہو گیا۔ پھر عمرو عیار، شیخ چلی سے گلے مل کر آگے بڑھ گیا تو شیخ چلی نے جیب

سے چراغ نکال کر ہتھیلی سے اسے رگڑا تو یلکھت چراغ کے سرے سے ہلکا سا دھواں نکلا اور پھر دھواں اوپر اٹھتے ہوئے پھیلتا چلا گیا۔ اوپر جا کر دھوئیں نے ایک بڑے بادل کا روپ دھار لیا اور پھر دھوئیں کے چھٹتے ہی وہاں جن کا چہرہ نمودار ہو گیا۔

”چراغ کے جن۔ جلدی سے مجھے میرے گھر پہنچا دو۔“ شیخ چلی نے کہا تو جن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر جن کے کہنے پر شیخ چلی نے آنکھیں بند کر لیں تو چند لمحوں کے بعد اسے اپنے پیروں تلے سے زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہوئی۔

چراغ کے جن نے جب شیخ چلی کو اس کے گھر کے دروازے کے باہر پہنچایا تو اس وقت شام ہو رہی تھی۔ شیخ چلی نے دروازے سے اندر جھانک کر دیکھا تو اس کی بوڑھی ماں صحن میں چارپائی پر بیٹھی چھری سے آلو کاٹنے میں مصروف تھی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ بول بھی رہی تھی۔

”پتہ نہیں کمبخت شیخ چلی کہاں چلا گیا ہے۔ آج ملو کے لئے گھاس بھی نہیں لے کر آیا۔ آنے دو کمبخت کو۔ اس کی ایسی دھنائی کروں گی کہ اسے اپنی نانی یاد آ جائے گی۔“ شیخ چلی کی ماں کہہ رہی تھی۔ شیخ چلی نے جن کو واپس چراغ میں بھیج کر چراغ اپنے لباس کی جیب میں رکھا اور پھر گھر میں داخل ہو گیا۔ شیخ چلی

کی ماں نے اسے دیکھا تو اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھر آئے۔

”کبخت شیخ چلی۔ کہاں چلے گئے تھے تم۔“ شیخ چلی کی بوڑھی ماں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اماں۔ ذرا مجھے سانس تو لینے دو۔ پھر بتاتا ہوں کہ میں کہاں گیا تھا۔“ شیخ چلی نے چارپائی کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری ہوئی تھی۔

”تم کبھی نہیں سدھر سکتے شیخ چلی۔“ شیخ چلی کی بوڑھی ماں نے کہا۔

”اماں۔ فکر کیوں کرتی ہو۔ اب میں نہ صرف سدھر جاؤں گا بلکہ میں ریاست سلجوق کا بادشاہ بھی بن جاؤں گا۔“ شیخ چلی نے کہا تو اس کی بوڑھی ماں نے منہ بنا لیا۔

”شیخ چلی۔ لوگ رات کو سوتے ہوئے خواب دیکھتے ہیں مگر ایک تم ہو جو دن میں جاگتے ہوئے بھی خواب دیکھتے ہو۔ خوابوں کی دنیا سے نکل آؤ اور کوئی ڈھنگ کا کام کرو۔“ شیخ چلی کی بوڑھی ماں نے اسے ڈانٹتے

ہوئے کہا۔

”اماں مجھے پہلے ہی پتہ تھا کہ تم میری باتوں کا کبھی یقین نہیں کرو گی مگر تمہیں اب یقین کرنا ہو گا۔ مجھے مریاست سلجوق کے بادشاہ نے انعام میں ایک بڑا ہیرا دیا ہے کیونکہ میں نے اور عمرو عیار نے مل کر شہزادی ماہ جبین کو اس کی آنکھیں واپس لوٹائی ہیں۔“
شیخ چلی نے کہا اور پھر اس نے مختصر طور پر ساری بات بتا دی۔

”مجھے تمہاری کسی بات پر یقین نہیں ہے شیخ چلی۔ ماضی سے کوئی چیز حال میں لائی نہیں جاسکتی۔ اگر عمرو عیار اور تم نے واقعی شہزادی ماہ جبین کو اس کی آنکھیں واپس دلائی ہیں تو وہ ماضی کی شہزادی ہے اس لئے وہ حال میں نہیں آسکتی اور نہ ہی اب تم وہاں جا سکو گے۔ ماضی میں جانے کے راستے بند ہو چکے ہوں گے۔ تمہارا ہیرا اب تمہارے پاس نہیں ہوگا اور نہ ہی عمرو عیار کا ہیرا اس کے پاس ہوگا۔ اگر ہیرا تمہارے پاس ہے تو دکھاؤ مجھے۔“ شیخ چلی کی ماں نے پہلے اسے سمجھاتے ہوئے کہا اور پھر اس سے ہیرا مانگ لیا تو

شیخ چلی ہکا بکا ہو کر اپنی ماں کی طرف دیکھنے لگا۔ رُ
 چلی نے جلدی سے اپنے لباس کی اس جیب میں ہاتھ
 ڈالا جس میں اس نے ہیرا رکھا تھا مگر وہ جیب خا
 تھی۔ شیخ چلی نے پاگلوں کی طرح اپنے لباس کی باڈ
 جیبوں کو دیکھا کہ شاید اس نے غلطی سے ہیرا کسی او
 جیب میں رکھ لیا ہو مگر اس کی تمام جیبیں خالی تھیں
 سوائے ایک جیب کے جس میں اس نے چراغ رکھ
 تھا۔ دوسرے ہی لمحے اسے غش آئی اور وہ لہرا کہ
 چارپائی پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔

ختم شد

بچوں کے لئے انتہائی دلچسپ کہانیاں خاص نمبر

عمار اور کالابونا	نارزن اور کالاشیطان	نارزن اور دیو شہزادہ
عمار اور دشمن پری زاد	نارزن اور ظالم جلاو	عمار اور خزانہ طلسم
نارزن اور کوہ قاف کا طلسم	عمار اور سرخ گڑیا	نارزن اور گل بکاوی ^{بانتصویر}
شیخ چلی اور پانچ شرطیں	عمار اور سانپ جزیرہ	نارزن اور انوکھی وادی ^{بانتصویر}
عمار اور طلسم بلمون	کالاشہزادہ قید میں	شیخ چلی اور ناگ رانی
شیخ چلی قبر میں	کالاشہزادہ طلسم ہوشربا میں	شیخ چلی اور چالاک جن ^{بانتصویر}
عمار اور مایا جال	عمار اور جادو قلعہ	عمار اور چمیل ملکہ
عمار اور تاج فرعون	عمار اور طلسمی ہیرا	عمار اور چکر باز جادوگر
عمار ویران جزیرے پر	کالاشہزادہ اور انوکھے طلسمات ^{بانتصویر}	عمار اور گمشدہ شہزادیاں
عمار اور جناتی تلوار	شیخ چلی طلسمات میں	عمار اور شہزادی گل پری
عمار اور مقدس ہیرا	شیخ چلی اور طلسمی تخت	عمار اور سلاسل دیو
نارزن اور پریوں کا جزیرہ	عمار اور کالاجن	عمار اور تین طلسمات
عمار اور جاگوم جن	عمار اور سرخ معبد	عمار اور غلام جادوگر
نارزن اور وادی کوہ قاف	عمار اور زہریلا خزانہ	عمار اور طلسمی قلعہ
شیخ چلی اور شہزادی قندیل	عمار اور سیاہ بوتل	شیخ چلی اور سورج موتی
عمار، شیخ چلی اور چشم آہو	عمار اور ہشت اقلیم خزانہ	شیخ چلی اور کالا جنگل
عمار اور شہنشاہ افراسیاب قید میں	عمار اور شہنشاہ افراسیاب طلسمات میں	عمار اور شہنشاہ افراسیاب خطرے میں
عمار اور شہنشاہ افراسیاب قبر میں		